اجتماعی زندگی کی ابتدا

مصنفہ

پروفیسر محمد عاقل ایم۔ اے۔ اُستاد معاشیات

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ

قیمت ۸ر

اجتماعی زندگی کی ابتدا

مصنفہ
پروفیسر محمد عاقل ایم۔ اے۔ اُستاد معاشیات
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

مکتبہ جامعہ
دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ

قیمت ۸ر

طبع اول سنہ ۱۹۳۶ء ... ۲۰۰۰
مطبوعہ جیّد برقی پریس۔ دہلی۔

پہلا باب

انسان کا آغاز اور اُس کی ابتدائی رمی

ایک علم حیات کے ماہر زندگی میں ارتقار کے سلسلہ کو جاری اور کارفرما دیکھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک انسان نے اپنی موجودہ شکل قرنوں کے ارتقائی عمل کے بعد حاصل کی ہے۔ اپنی موجودہ شکل اختیار کرنے سے پہلے انسان مختلف حیوانی قالبوں سے گذر چکا ہے۔ ہمیں اس کی ابتدار کے ان علمی نظریوں کو یہاں تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا موقع نہیں ہے جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسانی زندگی کی ابتدا ایک ایسے حقیر اور مختصر وجود جسم سے ہوئی ہے جسے صرف خوردبین میں ہی دیکھا جاسکتا ہے اور جس کو آج کل کے امیبا نامی کیڑے سے مشابہ سمجھا جاسکتا ہے۔ زندگی کی اس ابتدار کی عمر ۵۰ کروڑ سال متعین کی گئی ہے۔ پھر قرنہا قرن تک آہستہ آہستہ بتدریج زندگی میں ارتقار کا سلسلہ جاری رہا اور یہ ایسے اجسام کے قالبوں سے گذرتی رہی جو ہمارے موجودہ مینڈک، مچھلی، رینگنے والے اور دودھ پلانے والے جانوروں سے مشابہ تھے۔ یہاں تک کہ آخر کار زندگی نے بندر

سے مشابہ جانور کا قالب اختیار کیا۔ انسان کے سلسلۂ ارتقا کی اس آخری کڑی کا نام جس میں انسان کا کوئی بھی امتیازی وصف نہ تھا اور جسے پورے طور پر حیوانوں کے زمرے میں شامل کیا جاسکتا ہے علم نباتات میں ایپ کہا گیا ہے۔ یہ ایسی مخلوق تھی جسے انسانوں اور بندروں دونوں کا ابو الآبا کہا جاسکتا ہے۔ یہ مخلوق شمار میں غالباً بہت زیادہ نہیں تھی اور گھوڑوں یا ہرنوں کی طرح بڑے بڑے گلوں میں بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ بلکہ موجودہ گوریلاؤں کی طرح اس کی تعداد بہت محدود تھی۔ انسان کے اس پیش رو کے بارے میں یہ باور کرنے کیلئے کافی ثبوت موجود ہیں کہ یہ ایک تنہائی پسند جانور تھا۔ یا تو یہ بالکل تن تنہا رہتا تھا یا چھوٹے چھوٹے خاندانوں کے ساتھ گشت کیا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بہت کم آثار چٹانوں کے اندر دفن کئے ہوئے ملتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ چٹانوں کے مطالعہ کو شروع کیے ہوئے ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرا ہے اور جو کچھ تحقیقات کی گئی ہے وہ عملاً مغربی یورپ تک محدود رہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایشیا، ہندوستان، جزائر مشرق ہند اور افریقہ میں ایسے آثار زمین میں پوشیدہ ہوں جن کو ابھی تک چھوا بھی نہیں گیا ہے۔

جاوا، ہیڈلبرگ اور پلٹ ڈاؤن کے انسان نما بندر

اس کے بعد ایسے جانوروں کے آثار ملنا شروع ہوتے ہیں جن میں سب سے پہلے انسانی صفت اقتصاد کے کچھ

ابتدائی مظاہر نظر آتے ہیں۔ان جانوروں کی شکلیں بندروں اور انسانوں کے درمیان تھیں۔ان انسان نما بندروں کا زندہ وجود اب دنیا میں کہیں نہیں ملتا۔ لیکن ان کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں چٹانوں کے اندر مدفون دریافت کی گئی ہیں۔علم طبقات الارض کے ماہر چٹانوں کی تہوں سے ان کی عمر کا پتہ لگاتے ہیں۔چنانچہ جس جس عہد کی چٹانوں سے یہ ڈھانچ اور کھوپریاں برآمد ہوئی ہیں اسی عہد کے ساتھ ان کو وابستہ کردیا گیا ہے۔اس حساب سے انسان کے مورث اعلیٰ کا سب سے پہلے وجود پلیسٹوسین عہد pleistocene period میں ملتا ہے جس کا ابتدائی زمانہ ۵ ½ لاکھ قبل مسیح متعین کیا گیا ہے مگر اس میں اختلاف رائے بھی پایا جاتا ہے مثلاً سرآرتھر کاتھ اسے صرف دو لاکھ قبل مسیح قرار دیتے ہیں۔ بہرحال اس عہد کے ابتدائی زمانہ میں سب سے پہلے اس دودھ پلانے والے انسان نما بندر میں اس معاشی صفت کا رفتہ رفتہ ارتقاء شروع ہوا جسے ہم نے انسان کی امتیازی خصوصیت قرار دیا ہے۔لیکن ابھی تک اس انسان نما بندر میں بندروں کی خصلتیں بہت زیادہ اور انسانی صفات بہت کم تھیں اسے جاوا کے انسان یا وٹنے یا۔انسان نما بندر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اس کی انسانی صفت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس نے چقماق اور پتھر کے سادے اور بھدے اوزار بنانا شروع کردئے تھے۔اس کے نمودار ہونے سے تاریخ کے قدیم عہد حجر کا آغاز ہوتا ہے۔ ارتقا کے سلسلہ کی دوسری "گم شدہ کڑی" جرمنی کے علاقہ ہیڈلبرگ

کا انسان نما بندر رہا۔ جس کے زمانہ کا تعین ڈھائی لاکھ سال قبل مسیح کیا جاتا ہے۔ اس کی انسانی صفت بھی یہی بیان کی جاتی ہے کہ اس کے ہمراہ پتھر کے بہت سے اوزار برآمد ہوئے ہیں جو جاوا کے انسان نما بندر کے مقابلہ میں بہتر ہیں۔ لیکن بہت بڑے ہونے کی وجہ سے موجودہ انسانوں کے استعمال کے لائق معلوم نہیں ہوتے۔ تیسرا نشان ایک لاکھ قبل مسیح میں ملتا ہے۔ یہ انگلستان کے علاقہ سسکس کے مقام پلٹ ڈاؤن میں برآمد ہوا ہے۔ لیکن اس سے بھی انسان نما بندر کا ہی پتہ چلتا ہے۔ موجودہ انسان کا نہیں۔ مگر اس کے بعد جو آثار ملتے ہیں ان میں چقماق کے اوزار بہتر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور آثار قدیمہ کے ماہر کھرچنے والے اور سوراخ کرنے والے اوزاروں، چاقوؤں، تیروں غلوں وغیرہ کا امتیاز کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ترقی تیزی سے ہونے لگتی ہے اور ہاتھ کے کلہاڑے میں قابل شناخت ترقیاں نظر آنے لگتی ہیں۔

نینڈرتھل کا بندر نما انسان | اس کے بعد بہت سے آثار ملنے لگتے ہیں۔ چوتھا برفانی عہد اپنے انتہائی عروج پر پہنچ چکا ہے۔ اس زمانہ میں انسان نما بندر بڑی حد تک انسان بن جاتا ہے۔ اس کی کھوپری اور ہڈیوں کی ساخت بالکل انسانوں جیسی ہو جاتی ہے۔ اس نے غاروں میں رہنا اور وہاں اپنے آثار چھوڑنا شروع کر دیا ہے۔ اس نوع کے انسانوں کے جو آثار برآمد ہوئے ہیں ان کو ہوموسیپئن انسان کی نوع میں شامل کیا گیا ہے اور اُن کا نام Homo Neanderthalensis رکھا گیا ہے اور ان کے وجود

کی تاریخ آج سے پچاس ہزار قبل یا اس کے آس پاس کا زمانہ مقرر کیا گیا ہی۔ ابھی
تک اس مخلوق کو انسان سے پوری مشابہت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس کے انگوٹھے
موجودہ انسان کے انگوٹھوں سے مختلف تھے اس کی کمر بھی آگے کی طرف کچھ جھکی ہوئی
ہوتی تھی۔ اس کی ٹھوڑی غائب تھی اور شاید گفتگو سے بالکل عاری تھا۔ اس کے دانتوں
میں بھی ایسی چمک نہیں تھی اور ان کی جڑیں بھی ایسی نہیں تھیں جیسی موجودہ انسانوں
کے دانتوں میں پائی جاتی ہیں وہ ٹھنگنا اور مضبوط بھی زیادہ تھا اور حقیقت یہ ہی
کہ انسان کی جنس سے پورے طور پر متعلق نہ تھا بلکہ اس کی جنس موجودہ انسانی جنس
سے مختلف تھی۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا تعلق ہومو کی نوع سے ضرور تھا
نینڈرتھل آدمی لکڑی کے اوزار بنانا جانتا تھا۔ اس نے پتھر کے اوزاروں کو بنانا
شروع کر دیا تھا اور آگ کے استعمال سے بھی واقف تھا۔ چوتھے برفانی عہد کی سختی سے
بچنے کیلئے اس نے غاروں میں رہنا شروع کر دیا تھا اور شیروں اور دوسرے جنگلی
جانوروں کو غاروں سے نکالنے کیلئے مشعلیں استعمال کرتا تھا اور غار کے سامنے
روکاوٹیں بھی کھڑی کرنے لگا تھا۔ انہی غاروں میں وہ لکڑی اور غذا کا ذخیرہ
بھی جمع کیا کرتا تھا اس کی ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ اس میں اقتصادی حیوان
کی صفات بہت کافی پیدا ہو گئی تھیں اسی لئے اُسے Homo Antiquuus
یا Homo primigenius یعنی انسان کے مورثِ اول کے نام سے موسوم کیا جاتا ہی

یہ نینڈرتھل آدمی شکار بھی کیا کرتے تھے ان کے پاس اُس عہد کے عظیم الجثہ جانوروں کے مارنے کیلئے لکڑی کے بھالے یا چقماق کے وہ ٹکڑے تھے جو اُن کے غاروں سے برآمد ہوئے ہیں۔ اُن کا شکار زیادہ تر تو چھوٹے جانور ہوتے تھے مثلاً ایسے جانور جو خرگوش اور چوہے کے برابر ہوتے تھے مگر بڑے جانوروں کو بھی جب کبھی اُن کے بیمار یا زخمی ہو جانے یا دلدل پانی اور برف میں پھنس جانے کی وجہ سے موقع ملتا تھا وہ کھایا کرتے تھے۔ بعض مقامات میں ایسی مصنوعی خندقیں بھی دریافت ہوئی ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی قسم کے بڑے شکار کو پکڑنے کے لئے کھودی گئی تھیں۔ نینڈرتھل آدمی جس جگہ شکار کو مارتے تھے اسی جگہ اس کو کھا ڈالتے تھے البتہ گودے دار ہڈیوں کو وہ اپنے ساتھ غاروں میں لے آتے تھے۔ اس کا ثبوت ہمیں اس بات سے ملتا ہے کہ غاروں میں پسلیاں اور ریڑھ کی ہڈیاں تو کم ملتی ہیں لیکن چٹخی ہوئی اور چورائی ہوئی ہڈیاں زیادہ نکلتی ہیں۔ وہ اپنے جسم کے گرد کھالوں کو لپیٹتے تھے اور عورتیں بھی غالباً کھالوں کو پہنتی تھیں۔ ان کے دماغ کی ساخت سے ہمیں اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ وہ موجودہ آدمی کی طرح دائیں ہاتھ سے زیادہ کام کرتے تھے۔ ان کے دیکھنے اور چھونے کی حس اور جسم کی قوت بھی زیادہ تربیت یافتہ تھی لیکن سوچنے اور بولنے کی قوت بہت کم تھی بلکہ غالباً وہ بالکل نہیں بول سکتے تھے یعنی ان کی کوئی ایسی بولی نہیں تھی جسے زبان کہا جا سکے۔ ان کی زندگی

کے بارے میں اور دوسرے تفصیلی حالات بھی ملتے ہیں۔

نینڈرتھل آدمی کی معاشرتی زندگی میں زیادہ وسعت نہیں تھی چھوٹی خاندانی جماعت ہوتی تھی جس میں کوئی باقاعدہ تقسیم عمل نہیں پائی جاتی تھی اور خاندان کے بزرگ کی سرداری پورے طور پر تسلیم کی جاتی تھی۔ اس خاندانی جماعت میں پورا بالغ آدمی صرف ایک ہوتا تھا باقی عورتیں ہوتی تھیں یا لڑکے اور لڑکیاں جب لڑکے اتنے بڑے ہو جاتے تھے کہ ان کی طرف سے ان کے بزرگ کے دل میں حسد کا جذبہ پیدا ہونے لگتا تھا تو وہ اُن سے لڑ بیٹھتا تھا اور یا تو انھیں مار ڈالتا تھا یا نکال باہر کرتا تھا۔ رہنے کی جگہ عموماً دریا اور کھریا مٹی کی چٹانوں کے قریب ہوتی تھی ابتدائی آدمیوں کے پاس چونکہ کوئی برتن ایسے نہیں تھے جن میں پانی لایا جا سکے اور اس کا ذخیرہ اکٹھا کیا جا سکے! اس لئے دریا کے قریب ٹھہرنا ضروری تھا اور کھریا مٹی کی چٹانوں سے چونکہ چقماق کا پتھر حاصل ہوتا تھا اس لئے آگ کے پیدا کرنے کیلئے ان چٹانوں کے قریب رہنا ضروری تھا۔ ہوا بہت سرد ہوتی تھی اس لیے آگ کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ آگ جب ایک دفعہ بجھ جاتی تھی تو اسے دوبارہ آسانی سے نہیں جلایا جا سکتا تھا۔ اس لئے آگ کو یا تو ہمیشہ روشن رکھا جاتا تھا یا راکھ میں احتیاط سے دبا کر رکھتے تھے۔ آگ کو ہمیشہ روشن رکھنے کے لئے عورتوں اور بچوں کو مستقل طور پر ایندھن جمع کرنا پڑتا تھا اور اس قسم کی ایک روایت قائم ہو جاتی تھی

کبھی کبھی عورتیں چقماق کے عمدہ ٹکڑے کھریا مٹی میں سے ڈھونڈ کر نکالا کرتی تھیں اور انھیں خاندان کا بزرگ آگ کے پاس بیٹھ کر ہتھوڑوں سے ٹھوک پیٹ کر ہموار کیا کرتا تھا۔ آس پاس کھالیں بھی پڑی رہتی تھیں غالباً کھالوں کا استعمال ابتدائی انسانوں نے نہایت قدیم زمانہ سے شروع کر دیا تھا اور بچوں کو زمین کی سردی اور نمی سے بچانے کیلئے کھالوں میں لپیٹ دیا جاتا تھا۔ غالباً عورتیں کھالوں کو تیار کرتی تھیں۔ اس کا طریقہ غالباً یہ تھا کہ کھال کے اندرونی حصہ کے فاضل گوشت کو پتھروں سے خوب کھرچا جاتا تھا اور پھر اُسے کھینچ تان کر گھاس میں بچھا کر اس پر کھونٹیاں ٹھوک دی جاتی تھیں اور سورج کی شعاعوں میں سوکھنے کیلئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔

مرد آگ سے دور شکار کا کھوج لگاتے پھرتے تھے لیکن رات کے وقت سب آگ کے گرد ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے تھے اور آگ کو خوب روشن رکھتے تھے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ یہ ریچھوں اور دوسرے شکار کرنے والے جانوروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتے تھے۔ خاندان کا بزرگ جب تک طاقتور رہتا تھا کسی دوسرے بالغ مرد کو اپنا حریف نہیں بننے دیتا تھا لیکن چالیس سال کی عمر سے متجاوز ہونے کے بعد اس کی قوتیں انحطاط کی طرف مائل ہو جاتی تھیں اور پھر کوئی نوجوان اُسے مار کر اس کی جگہ پر قبضہ کر لیتا تھا۔

ابتدائی انسان کو عموماً گوشت خور بیان کیا جاتا ہے لیکن وہ سبزی اور گوشت دونوں چیزیں کھاتا تھا۔ اخروٹ، شاہ بلوط کے بیج، ہیزل کے بیج اور اسی قسم کے دوسرے خشک پھل، جنگلی سیب اور ناشپاتی، جامن جمو ہے کے قسم کے دوسرے تازہ پھل، سنگھاڑے، کنول نٹے، کونپلیں اور اسی طرح کی اور مزیدار نباتی اشیا راس کی غذا میں شامل تھیں۔ پھر چڑیوں کے انڈے، چڑیوں کے بچے، جنگلی مکھیوں کا شہد اور شہد کے چھتے، مینڈک وغیرہ، مردہ اور زندہ مچھلی، ان کے علاوہ بڑی چڑیاں اور چھوٹے دودھ پلانے والے جانور جنھیں پتھر مار کر یا جانوروں کو پھنسانے کے سادے طریقے اختیار کرکے شکار کرنا ممکن تھا غذا کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے۔ سانپ، ٹڈیاں وغیرہ ہڈیوں کا چورا یہ چیزیں بھی خوراک میں شامل تھیں۔

دوسری بات جو اس سلسلہ میں یاد رکھنے کے لائق ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس ابتدائی انسان کو تازہ اشیا کھانے کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ اکثر اوقات سے جانور مردہ اور سڑی ہوئی حالت میں ملتے تھے۔ پھر بعض وقت بھوک کی حالت میں وہ اپنے کمزور ساتھیوں، بیمار یا بدشکل بچوں کو بھی ہضم کر جاتا تھا۔ بڑے جانوروں کی تلاش اس وقت کی جاتی تھی جب وہ کمزور یا مرنے کے قریب ہوتے تھے۔

نینڈرتھل آدمی اپنے بعض خاص مردوں کو عزت اور رسومات کے ساتھ دفن کرتے تھے۔

موجودہ عہد میں ان آدمیوں کا وجود کہیں نہیں پایا جاتا۔ ان کا تعلق انسان کی نوع سے ضرور تھا لیکن انسان کی جنس میں انھیں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ بعد کے زمانوں میں اپنے ماحول سے مطابقت پیدا کرنے میں یہ لوگ کامیاب نہ ہو سکے اس لئے ان کی ساری جنس فنا ہو گئی اور ان کا کوئی وارث باقی نہیں رہا۔

انسان صحیح کی آمد | انسان صحیح کو نینڈرتھل انسان کا چچیرا بھائی سمجھنا چاہیئے یعنی اس کی ولدیت نینڈرتھل آدمی سے مختلف تھی اگرچہ جدامجد دونوں کے مشترک تھے۔ صدیوں تک ایک نامعلوم ماحول کے درمیان اس انسان کو نسلاً بعد نسلٍ اپنی بقا کے لئے مسلسل کشمکش اور جد و جہد کرنا پڑی جس سے اس کے ہاتھوں اور جسم کے دوسرے اعضا میں مہارت اور دماغ میں قوت اور حجم پیدا ہوتا رہا اور اس کی ذہانت اور اہلیت کارکردگی نینڈرتھل انسان کے مقابلہ میں زیادہ ترقی کر گئی اور دونوں میں اختلاف اتنا بڑھا کہ دونوں کا شمار دو مختلف جنسوں میں کیا جانے لگا۔

اس انسان صحیح کے نمایاں آثار برفانی عہد کے ختم ہونے کے بعد ملنا شروع ہوتے ہیں یعنی آج سے چالیس اور پچیس ہزار سال قبل کی درمیانی مدت میں انسان کے اس نئے نمونہ نے یا تو جنوبی ایشیا میں ترقی پائی یا افریقہ میں یا بحیرۂ روم کے ان علاقوں میں جو اب سمندر کے نیچے ڈوبے ہوئے ہیں ، برفانی علاقے برابر پیچھے ہٹتے جا رہے تھے۔ نباتات میں ترقی ہو رہی تھی بڑے شکار کی تعداد

بھی بڑھ رہی تھی چراگاہوں کی کثرت کی وجہ سے جنگلی گھوڑوں کے گلوں میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ یہی زمانہ انسان کے مورث اعلیٰ کے نمایاں ہونے کا بیان کیا جاتا ہے نسلیات کے ماہروں نے اس کے بعد کی تمام انسانی نسلوں کو Homo sapiens کے مشترک نام سے موسوم کیا ہے۔ اس نئے انسان کے ہاتھ اور اس کی کھوپڑیاں بالکل موجودہ انسانوں جیسی تھیں۔ ان کے دانت اور گردن علم تشریح الاعضاء کے مطابق بالکل ہماری جیسی تھیں۔ گو ان کے ڈھانچوں کے دیکھنے سے ماہروں نے دو مختلف نسلوں کا امتیاز کیا ہے یعنی کرومیگنارڈ نسل اور گریمالڈی نسل۔ موخرالذکر کو حبشیوں سے ملتی جلتی ایک نسل سمجھا جا سکتا ہے لیکن یہ دونوں نسلیں صحیح معنی میں انسانی جنس سے تعلق رکھتی ہیں اور اُن کے ظہور کے بعد ہم ایک طویل جست کے ساتھ انسانی تاریخ کو شروع کر دیتے ہیں۔ ان دونوں نسلوں کے دماغ کے سامنے کا حصہ، ان کے ہاتھ اور ان کی ذہانت ہم سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ اس نئے انسان نے نینڈرتھل انسانوں کو ان کے غاروں سے نکال باہر کیا اور ان پر خود قبضہ کر لیا۔ اس نے نینڈرتھل آدمی کو اپنے سے مختلف جنس کا سمجھا۔ اس لئے دوسرے فاتحوں کی طرح اُن کے ساتھ کسی قسم کے ازدواجی تعلقات قائم نہیں کئے۔

قدیم عہد حجر کے آخری دور کے انسان | اب آب و ہوا بدل گئی تھی اور موسم کی سختیاں کم ہو گئی تھیں اس لئے اگرچہ ان نئے انسانوں نے اپنے پیشروؤں

کے غاروں اور پناہ کی دوسری جگہوں پر قبضہ کرلیا لیکن اس کے باوجود یہ لوگ زیادہ تر کھلے میدانوں میں رہنا پسند کیا کرتے تھے۔ یہ بھی شکاری تھے اور میمتھ ہاتھی جنگلی گھوڑے، رین ڈیر اور گینڈے کا شکار کرتے تھے۔ یہ لوگ گھوڑوں کو بہت زیادہ کھاتے تھے۔ سالوتری کی ایک کھلی ہوئی قیام گاہ میں جہاں ایسا معلوم ہوتا ہے سالانہ اجتماع ہوا کرتے تھے میمتھ ہاتھیوں، گینڈوں، اور رین ڈیر کے علاوہ لاکھوں گھوڑوں کے ڈھانچے دستیاب ہوئے ہیں۔ جب چراگاہ کی تلاش میں گھوڑے ادھر اُدھر گھوما کرتے تھے یہ لوگ بھی غالباً اُن کے پیچھے لگے رہتے تھے اور اُن کے اطوار و عادات سے پوری طرح واقف ہوگئے تھے! ان لوگوں کی زندگی کا بیشتر حصہ جانوروں کی تلاش وجستجو میں بسر ہوتا تھا۔

اس بات کے بارے میں ابھی تک اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ آیا ان لوگوں نے گھوڑوں کو سدھا کر پالتو بنایا تھا یا نہیں۔ شاید صدیوں کی کوشش کے بعد انھوں نے اس فن کو سیکھ لیا ہوگا۔ لیکن اگر گھوڑوں کے سدھانے کا فیصلہ کر بھی لیا جائے پھر بھی یہ بات ابھی تک مشتبہ ہے کہ انھوں نے گھوڑوں کی سواری شروع کی تھی یا نہیں۔ جس گھوڑے کا ان لوگوں کو علم تھا اس کی حیثیت ایک جنگلی ٹٹو سے زیادہ نہ تھی اس کے داڑھی ہوا کرتی تھی اور اس میں یہ اہلیت نہیں پائی جاتی تھی کہ وہ آدمیوں کو اپنی پیٹھ پر سوار کرکے زیادہ دور تک لیجاسکے۔

یہ بھی غیر یقینی ہے کہ ان لوگوں نے جانوروں کے دودھ کو غذا کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا تھا یا نہیں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انھوں نے گھوڑے کو سدھا لیا تھا تو گھوڑا ہی صرف ایسا جانور تھا جسے وہ سدھا سکے تھے۔ ان کے پاس کوئی کتا نہیں تھا اور پالتو بھیڑوں اور گایوں سے بھی انھیں کوئی سروکار نہیں تھا۔

تصویریں بنانے کا ان ابتدائی انسانوں کو خاص ملکہ تھا۔ یہ ہر اعتبار سے وحشی تھے لیکن ان کی وحشت تصویر کشی کے فن سے عاری نہیں تھی۔ ان کی تصویریں ان کے بعد جو لوگ آئے ہیں اُن کے مقابلہ میں بہت اچھی ہیں۔ یہ لوگ غاروں کی دیواروں اور چٹانوں پر تصویریں کھینچتے اور ان میں رنگ بھرتے تھے۔ وہ ہڈیوں اور سینگوں پر بھی نقش بناتے تھے۔ اس عہد کے لوگ اپنے مُردوں کو بھی دفن کیا کرتے تھے اور قبر میں اُن کے ساتھ زیورات، ہتھیار اور غذائیں بھی دفن کر دیتے تھے۔ دفن کرتے وقت بھی وہ رنگوں کا بہت استعمال کرتے تھے وہ مردوں کے جسم کو رنگ دیتے تھے جس سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ زندگی میں بھی جسموں کو رنگا کرتے تھے۔ رنگین نقوش کو ان کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل تھی یہ لوگ سیاہ، سفید، بھورا، سرخ اور پیلا رنگ استعمال کرتے تھے۔ جن رنگوں کو وہ استعمال کرتے تھے وہ فرانس اور اسپین کی چٹانوں پر آج تک پائے جاتے ہیں۔ موجودہ تمام نسلوں میں کسی نسل میں تصویر کشی کا اس قدر ذوق نہیں پایا جاتا۔ شاید امریکہ کے انڈین کو ان سے کچھ مشابہت دی جا سکتی ہے۔

ان کی ابتدائی تصویریں ایسی ہیں جیسے آج کل کے ہوشیار بچے بناتے ہیں جس طرح آج بچے چوپایوں کی تصویر کھینچتے وقت صرف ایک اگلا اور ایک پچھلا پاؤں بناتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی بنایا کرتے تھے۔ لیکن صدیوں کے گذرنے کے بعد اُن کی مہارت میں ترقی ہوتی گئی اور اُن کی بنائی ہوئی جانوروں کی تصویریں اصلیت سے بہت کچھ مشابہ ہونے لگیں۔ یہ لوگ مٹی سے نمونہ کی چیزیں بھی بنانے لگے تھے اگرچہ ابھی تک مٹی کے برتن بنانے کا رواج شروع نہیں ہوا تھا۔ ان کی بنائی ہوئی بہت سی تصویریں غاروں کی گہرائیوں میں پائی جاتی ہیں جن تک پہنچنا عموماً بہت مشکل ہوتا ہے ان گہرے غاروں میں نقاشی کا کام صرف چراغ کی روشنی میں ممکن ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نقاش چراغ کا استعمال ضرور کرتے ہوں گے اور ان کے چراغ پتھر کے بنے ہوئے ہوں گے۔

آثار قدیمہ کے ماہروں نے عہد حجر قدیم کے آخری دور کو تین منزلوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی منزل میں چقماق کے اوزار بہت عمدہ بننے لگے تھے اور نقاشی میں تیزی سے ترقی ہو رہی تھی۔ دوسری منزل میں پتھر کے اوزاروں میں خوب ترقی ہوتی گئی اور اُسترے کے پھل جیسے اوزار بننے لگے اوزار اتنے اچھے بننا شروع ہوئے کہ عہد حجر جدید میں بھی ان سے بہتر نہیں بنائے جا سکے۔ ان اوزاروں پر پالش نہیں کی جاتی تھی اوزار رفتہ رفتہ چھوٹے ہوتے گئے اور ان میں بہت سے ہڈیوں سے بنائے جانے

لگے۔ مثلاً برچھے، بھالوں کی انیاں اور سوئیاں وغیرہ تیسری اور آخری منزل میں غذا کی رسد کی کمی کو مچھلی سے پورا کیا جانے لگا۔ اس عہد کی نقاشی کی خصوصیت یہ ہے کہ ہڈی پر لکیروں کا بہت سا کام اور ابھرا ہوا کام کیا گیا ہے۔ اسی عہد میں ہڈیوں کے گرد کھدا ہوا کام بھی کیا گیا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُن سے رنگین نقوش کے چھاپنے کا کام لیا جاتا تھا۔ ہڈی کا کچھ کام بہت خوبصورت ہے اور اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بعد کے زمانہ میں بلکہ اُس عہد میں بھی جب کہ تاریخی زمانہ شروع ہو گیا تھا اس سے بہتر کام نہیں کیا جا سکا۔ مثلاً رومیوں کے عہد میں بھی ایسی سوئیاں نہیں تھیں جیسی اس عہد کی تیسری منزل میں موجود تھیں۔

ان مختلف عہدوں کی لمبائی اور نسبتی درازی کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ان میں سے ہر عہد تقریباً چار یا پانچ ہزار سال تک چلتا رہا یعنی ہمارے سنہ عیسوی سے دگنی مدت تک۔ لیکن آخر کار عہد حجر قدیم کے ان لوگوں کے لئے جو یورپ میں اتنے دنوں تک پھلتے پھولتے رہے حالات ناساعد ہو گئے جنوب اور مشرق کے نئے آدمی آنے لگے جنھوں نے ان کی جگہ لے لی۔ معلوم ہوتا ہے یہ موخرالذکر لوگ اپنے ساتھ تیر و کمان لائے تھے۔ انھوں نے جانوروں کو بھی پالنا شروع کر دیا تھا اور زمین کو بھی جوتتے تھے اور ان کی آمد سے یورپ میں زندگی کا ایک نیا طریقہ جسے جدید عہد حجر کے طریقے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے شروع ہوا اور رین ڈیر کے عہد کی زندگی

جو ہمارے تاریخی عہد کے مقابلہ میں بہت زیادہ طویل تھی ختم ہو گئی۔

بعض مصنف قدیم عہد حجر کے اس آخری دور کے انسانوں کی ذہنی اور جسمانی خصوصیات کو بہت مبالغہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں بصورت مجموعی ان کی خوبیاں بہت زیادہ معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو ان کی خامیاں بھی اتنی ہی کثیر نظر آئیں گی۔ اپنے نینڈرتھل پیشروؤں کے مقابلہ میں یقیناً انھوں نے بہت زبردست ترقی کی تھی لیکن ان میں بہت واضح خرابیاں بھی موجود تھیں۔ ان کی دماغی قابلیتیں کچھ اعلیٰ درجہ کی نہیں تھیں بلکہ تنگ دائرہ میں اور خاص خاص کاموں تک محدود تھیں۔ وہ چیزوں کا ایک واضح تصور اپنے ذہن میں قائم کر سکتے تھے، جانوروں کی شکلوں کو صحیح سمجھنے کی حس بھی ان میں موجود تھی۔ ایک پورے نقاش کی طرح وہ ان کا نقش بھی کھینچ سکتے تھے اور ان اعتبارات سے ان کی ترقی موجودہ آدمیوں کے برابر ہو گئی تھی لیکن اس قسم کے نقش بنانے اور رنگ بھرنے کا کام تو آج کل کے وحشی مثلاً بش مین، کلیفورنیا کے انڈین اور آسٹریلیا کے کالے آدمی بھی کر سکتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہیں کہ دماغ کی ترقی ہر جہت اور اعتبار سے ہوئی ہے۔ پھر دوسری بات جو خاص طور پر توجہ کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی ترقیاں ہوئی ہیں یہ بڑی طویل مدت میں ہوئی ہیں یعنی سنہ عیسوی کی جو کل مدت ہے کم از کم اس کے دس گنے زمانہ میں یہ لوگ

جانوروں سے بہت زیادہ قریب رہتے تھے لیکن ایک گھوڑے کو چھوڑ کر جس کے بارے میں شبہ ہے باقی کسی جانور کو بھی وہ سدھا نہیں سکے تھے۔ ان کے پاس کتے نہیں تھے اور کوئی بھی دوسرا پالتو جانور نہیں تھا۔ وہ چیزوں کو دیکھتے تھے ان کی تصویریں کھینچتے تھے جان سے مارتے اور کھاتے تھے لیکن انھوں نے ابھی تک کھانا پکانا شروع نہیں کیا تھا ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کھانے کو جھلسانا اور آگ پر رکھ کر بھوننا جانتے تھے لیکن اس سے زائد وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کے پاس کھانا پکانے کے برتن ہی موجود نہ تھے ان کے پاس برتن بنانے کے لائق مٹی تھی اور مٹی سے نمونہ کی کچھ چیزیں بھی انھوں نے بنائی تھیں لیکن مٹی کے برتن بنانا ابھی تک انھوں نے نہیں سیکھا تھا۔ ان کے پاس مختلف قسم کے چقماق موجود تھے اور ہڈیوں کے اوزار بھی تھے لیکن ابھی تک عمارتی لکڑی سے مکان بنانے کی توفیق انھیں نہیں ہوئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے دستے دار کلہاڑیاں بنانا نہیں سیکھا تھا جس سے عمارتی لکڑی کو کاٹا جاتا غرضکہ ان کے پاس کوئی عمارت نہیں تھی نہ کوئی خیمہ اور جھونپڑا تھا۔ ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید ان کے پاس کھال کے نہایت سادہ خیمہ ہوں گے۔ بعض تصویروں سے اس کا کچھ پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس کمان نہیں تھی اور ان کے عہد کے کسی نوک دار تیر کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا ہے۔ یہ کسی قسم کے اناج یا ترکاریوں کی کاشت سے واقف نہیں تھے۔

ان کی پوشاک اگر کوئی تھی تو صرف کھالوں کی تھی۔ ان کھالوں کو یہ اہتمام اور مہارت سے تیار کرتے تھے ورنہ آخری زمانہ میں ہڈیوں کی سوئیوں سے سینے بھی لگے تھے۔ ان کھالوں کو یہ رنگتے اور چھاپتے بھی تھے۔ لیکن ان کی پوشاک جسم سے محض لپیٹی جا سکتی تھی اس میں کاج اور بٹن گھنڈی اور تکمہ تکما اور ٹک وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ گھاس یا دوسرے ریشہ دار چیزوں سے انھوں نے کپڑا بننا بھی شروع نہیں کیا تھا۔ ان کی بنائی ہوئی انسانی تصویریں ننگی ہیں۔ سردیوں میں بالدار کھال کی چادر کے علاوہ یہ لوگ عموماً ننگے رہتے تھے اور ان کے جسموں پر رنگین نقش و نگار بنے رہتے تھے۔ ان کی عورتیں اور ان کی نقاشی جنوبی افریقہ کے بش مین جیسی تھی۔ رین ڈیر کے تعاقب کرنے کا جہاں تک تعلق ہے ان کی حرکات لیبرو ڈار کے انڈین سے مشابہ تھیں وہ جسمانی حیثیت سے بھی یہ انہی لیبرو ڈار کے انڈین سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

یہ شکاری لوگ کھلی چراگاہوں میں تقریباً دو سو صدیوں تک زندگی بسر کرتے رہے یعنی سنہ عیسوی کے زمانہ سے دس گنی مدت تک۔ ان کے زوال اور تباہی کی وجہ یہ ہوئی کہ یورپ میں آب و ہوا ملائم اور مرطوب ہو گئی۔ جنگلات کو ترقی ہوئی اور رین ڈیر اور جنگلی گھوڑے کم ہو گئے۔ ان کے کم ہونے سے غذا کی رسد بھی کم ہو گئی غذا کی رسد بڑھانے کے لئے اب ایک نئے قسم کا تمدن وجود میں آیا جس سے انسان کو غذا کے وسائل پر زیادہ قدرت حاصل ہونے لگی۔ غذا کے حاصل کرنے کے لئے ایک

جگہ پر قیام ضروری ہوا اور اجتماعی زندگی میں بھی وسعت پیدا کرنا پڑی۔ رین ڈیر کے آدمیوں کو زندگی کے ان نئے طریقوں کو اختیار کرنا لازمی ہوگیا۔ ورنہ ان کے لئے فنا کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ غرضکہ آج سے بارہ ہزار برس یا اس سے کچھ کم و بیش سال قبل جنگلوں کی ترقی اور حیوانوں میں ایک زبردست تبدیلی کے باعث یورپ کا شکاری عہد ختم ہوگیا۔ رین ڈیر فنا ہوگیا۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ اکثر نئے امراض بھی نمودار ہو جاتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس زمانہ قبل از تاریخ میں وبائیں بھی پھیلی ہوں اور ان سے پوری کی پوری آبادیاں نیست و نابود ہوگئی ہوں۔ بہرحال اس کے بعد جو نئے لوگ ملتے ہیں ان کے چہرے سیاہی مائل تھے اور ان کے خدوخال باریک تھے یہ اسی نسل کے ہراول تھے جسے بحر روم کی نسل گہری سفید نسل یا آئبیرین نسل کے مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس نسل کے لوگ آج بھی جنوبی یورپ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جنگلوں کی کثرت کی وجہ سے ان کی آبادیاں آج سے دس یا بارہ ہزار سال قبل شکاریوں کی کمی کو پورا کرنے اور چراگاہوں پر قبضہ کرنے کے لئے شمال میں پھیلنا شروع ہوگئیں۔

دنیا کا نقشہ اپنی موجودہ شکل اختیار کر رہا تھا۔ حیوانات، نباتات اور نظری مناظر میں بھی موجودہ خصوصیات پیدا ہو رہی تھیں۔ یورپ کے وسعت پذیر جنگلات میں جو جانور پھیل رہے تھے ان میں سے خاص طور پر لائق ذکر بارہ سنگھا، جنگلی بیل اور

گینڈا ہیں میتھ اور ہاتھی جیسے بڑے دانت رکھنے والے بیل ختم ہوگئے تھے لیکن جرمنی کے جنگلات میں سلطنت روما بلکہ اس کے بعد کے زمانہ تک اس قسم کے جانور ملتے رہے ان کو کبھی مانوس نہیں کیا جا سکا۔ پالتو مویشی کو یورپ میں بعد میں لایا گیا اور اس کی نسل بالکل مختلف ہے۔ بڑے بیل کا قد گیارہ فٹ ہوتا تھا یعنی ہاتھی کے برابر۔ ملتان میں شیر پائے جاتے تھے اور جرمنی کے شیر ببر قدوقامت میں موجودہ شیروں سے دگنے ہوتے تھے۔

جدید عہد حجر کا تمدن | جدید عہد حجر میں تمدن نے جو شکل اختیار کی اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:-

(۱) پالش کئے ہوئے پتھر کے اوزاروں کی موجودگی:- خاص طور پر ایسے کلہاڑوں کی موجودگی جن میں لکڑی کے دستے لگے ہوتے تھے۔ ان کلہاڑوں کو غالباً لڑائی میں استعمال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان سے صرف لکڑی کاٹنے کا کام لیا جاتا تھا۔ پالش کئے ہوئے اوزاروں کے علاوہ پتھر کے بہت سے بغیر پالش کئے ہوئے اوزار بھی پائے جاتے تھے لیکن اس عہد کے ایسے اوزار بھی جن پر پالش نہ ہوتی تھی قدیم عہد حجر کے اوزاروں سے مختلف تھے۔

(۲) دوسری خصوصیت:- زراعت کی ابتدا اور پودوں اور بیجوں کا رواج۔ لیکن شروع شروع میں یہ بات اس عہد میں نہیں پائی جاتی تھی کیونکہ اس قسم کی ہتھیار

شہادتیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ شکار کو جدید عہد حجر میں بھی اہمیت حاصل تھی اس عہد کے آدمیوں نے کھیتی کا کام کرنے کے لئے شروع میں ایک جگہ مستقل سکونت اختیار نہیں کی بلکہ فصلیں بو کر چلے جاتے تھے اور پھر کچھ عرصہ بعد آکر فصلیں کاٹ لیا کرتے تھے۔ غالباً یہ کہنا اور بھی زیادہ صحیح ہے کہ پہلے پہل ان کی عورتوں نے جنگلی بیجوں کو اکٹھا کیا اور جب ان کے مرد شکار میں مصروف تھے انھوں نے ان بیجوں کو کھیتوں میں بکھیر دیا اور جب دوسری جگہ سے گھومنے پھرنے کے بعد دوبارہ اس مقام پر واپس آئے تو تیار فصل کو اکٹھا کر لیا۔ غرضکہ ابتدا میں اس قسم کی لپک جھپٹ والی کاشت ہوا کرتی تھی اس عہد کے لوگوں نے ایک جگہ پر مستقل سکونت بعد میں اختیار کی۔

(۳) تیسری خصوصیت: برتن سازی اور کھانا پکانا۔ اب گھوڑے کو کھانا بھی ترک کر دیا گیا تھا۔

(۴) چوتھی خصوصیت۔ پالتو جانور۔ سب سے پہلے کتا مانوس ہوا۔ اس کے علاوہ مویشی، بھیڑوں، بکریوں اور سؤروں کو بھی مانوس کر لیا گیا۔ جن جانوروں کا ابتدا میں شکار کیا جاتا تھا۔ انہی کو مانوس کرکے لوگوں نے گلہ بانی کا کام شروع کر دیا۔

(۵) پانچویں خصوصیت، پلیٹ ڈالنا اور کپڑا بننا۔

جدید عہد حجر کے یہ لوگ یورپ میں غالباً اسی طرح ہجرت کرکے پہنچے تھے جیسے

ان سے پیشتر رین ڈیر عہد کے آدمی گئے تھے یعنی نسل بعد نسل صدی بعد صدی جیسے جیسے آب و ہوا بدلتی رہی ان لوگوں کو جس غذا کے کھانے کی عادت ہوگئی تھی اس کے تعاقب میں پھیلتے رہے لیکن ان لوگوں کو خانہ بدوش کہنا صحیح نہیں کیونکہ ابھی تک تہذیب کی طرح دنیا میں خانہ بدوشی نے بھی ترقی نہیں پائی تھی خانہ بدوشی کی حالت اتنی ہی جدید اور زندگی کی اسی قدر ترقی یافتہ شکل ہے جتنی کہ خود تہذیب۔

اس بات کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ آیا جدید عہد حجر کے لوگ دنیا میں بالکل نو وارد تھے یا یہ لوگ قدیم عہد حجر کے آخری حصّہ کے شکاریوں اور ماہی گیروں کی اولاد تھے۔ گمان غالب یہ ہے کہ رین ڈیر کے عہد کے شکاری تو پسپا ہوگئے لیکن کیسپین کے علاقہ کے لوگوں نے ایک طرف تو خود ترقی کی اور دوسری طرف جنوب اور مشرق کے زیادہ ترقی یافتہ لوگوں سے زندگی کے نئے طریقوں کو سیکھا۔

بہرحال اس بارے میں ہمارے نتائج چاہے جو کچھ بھی ہوں یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس جدید عہد حجر کے نمودار ہونے کے بعد انسانوں کی نوعیت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس عہد میں پرانے قسم کے انسانوں کی جگہ نئے قسم کے انسانوں نے نہیں لی۔ حملے ضرور ہوئے، فتوحات بھی ہوئیں، بڑے پیمانہ پر ہجرتیں بھی ہوئیں، نسلوں کی آمیزش بھی ہوتی رہی لیکن بصورت مجموعی انسانی جنس باقی رہی اور اس کی مختلف شاخیں ان علاقوں کے

احول سے مطابقت پیدا کرتی۔ یہ جن میں انھوں نے جدید عہد حجر کے آغاز کے وقت سکونت اختیار کی تھی ان کے بجگ ممکن ہے اپنے اخلاف کے مقابلہ میں زیادہ گہرے رہے ہوں لیکن اس بات کو بھی ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے مگر ان کے تمدن کے سلسلہ کی تمام کڑیاں اٹھارویں صدی تک یعنی کوئلہ بھاپ اور قوت متحرکہ سے چلنے والی مشینوں کے عہد تک مسلسل ملتی ہیں۔

دھاتوں میں جس دھات کا سب سے پہلے عنبر کے ساتھ ہڈیوں کے زیورات میں پتہ چلا ہے وہ سونا ہے آج سے چھ یا سات ہزار سال قبل عہد حجر جدید کے لوگوں نے اپنے بعض مرکزوں میں تانبے کو بھی استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور اس سے ایسے ہی اوزار بنانے لگے تھے جیسے پہلے پتھروں سے بناتے تھے جو تانبا طبعی حالت میں بنا بنا یا ملتا تھا اسے ان لوگوں نے ابتدا میں استعمال کرنا شروع کیا تھا لیکن یہ تانبا اوزار بنانے کے لیے چقماق سے بھی کم موزوں ہوتا ہے۔ اس کی دھار باقی نہیں رہتی۔ اس لئے اسے سخت بنانے کے لئے اس میں رانگ ملایا گیا۔ بعد میں تانبے کے پتھر سے تانبا نکالا جانے لگا۔ تانبے کے پگھلانے کا علم غالباً اتفاقیہ طور پر ہوا ہوگا اس زمانہ کے چولھوں میں عموماً پتھر لگائے جاتے تھے۔ انھیں پتھروں میں اتفاق سے تانبے کا پتھر بھی لگ گیا ہوگا اور اس طرح لوگ پتھروں کو پگھلا کر ان سے تانبا حاصل کرنے کے فن سے واقف ہوگئے ہوں گے۔ تانبے اور ٹین کے ملنے سے برونز

Bronze تھا ہے۔ برونز نہ صرف تانبے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے بلکہ رانگ اور تانبے
کے اس مرکب کو زیادہ آسانی کے ساتھ پگھلایا اور تقسیم بھی کیا جا سکتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ
میں اس عہد کے جو مکانات دریافت ہوئے ہیں ان میں برونز بھی دستیاب ہوا
ہے۔ اسپین میں بھی ایسے آثار دریافت ہوئے ہیں جن سے ان وسائل اور ذرائع کا
پتہ چلتا ہے جو زمانہ قبل از تاریخ میں تانبے کو پگھلانے اور ڈھالنے کے لئے اختیار کئے
جاتے تھے۔ اسی طرح ہندوستان میں جو آثار دریافت ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے
کہ یہاں کے لوگ تانبے اور جست کے مرکب یعنی پیتل کو بنانا جانتے تھے۔ لیکن ان
دھاتوں کے ایجاد ہو جانے سے اوزاروں اور ہتھیاروں میں کوئی بہت زیادہ غیر
معمولی تبدیلی نہیں ہوئی۔ تقریباً ویسے ہی اوزار بنتے رہے جیسے پتھروں سے بنتے تھے
سب سے آخر میں غالباً آج سے تین ہزار سال قبل یورپ میں اور ایشیائے کوچک
میں اس سے بھی پہلے لوگوں نے خام لوہے کو پگھلانا شروع کیا۔ لوہا دنیا میں اس
سے پہلے بھی پایا جاتا تھا لیکن یہ لوہا ٹوٹے ہوئے ستاروں سے حاصل ہوا کرتا
تھا۔ ستاروں کے ٹوٹنے سے جو پتھر گرتے ہیں مثلاً کعبہ کا حجر اسود وہ زیادہ تر لوہے
اور نکل کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ خام لوہے کو پگھلانے کا کام یہ لوگ بجھے ہوئے کوئلہ
کی آگ سے لیتے تھے۔ ابتدا میں لوہا بہت کم مقدار میں پیدا کیا جاتا تھا لیکن اس
کے باوجود اس کے دریافت ہو جانے سے اوزاروں اور ہتھیاروں میں ایک

انقلاب پیدا ہوگیا۔ گو انسان کے ماحول کے بدلنے کے لئے لوہے کی یہ قلیل رسد کافی نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ صدیوں تک انسانی تمدن ایک حالت پر قائم رہا۔ چنانچہ اٹھارویں صدی کے شروع میں یورپ کے تمام ایسے مقاموں میں جو شاہراہوں اور شہری مرکزوں سے ذرا فاصلہ پر تھے روزمرہ کی زندگی بالکل اسی انداز سے بسر کی جاتی تھی جیسی جدید عہد حجر کے لوگ آج سے دس ہزار سال پہلے اپنے زیادہ آباد علاقوں میں بسر کیا کرتے تھے۔

بعض مصنف تاریخ کے مختلف عہدوں کی تقسیم مختلف دھاتوں کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں یورپ میں پتھر کا عہد، برونز کا عہد، لوہے کا عہد لیکن ان عہدوں کو اس طرح بالمقابل رکھنا گویا کہ ان کو تاریخ میں مساوی اہمیت حاصل ہے ہرگز صحیح نہیں ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ تاریخ کے مختلف عہدوں کو مندرجہ ذیل طریقوں پر تقسیم کیا جائے۔

۱۔ عہد حجر قدیم کا ابتدائی زمانہ

۲۔ عہد حجر قدیم کا آخری زمانہ جو بہت کم مدت تک رہا

اور ۳۔ کاشت کا عہد یعنی یورپ میں سفید نسل کے لوگوں کا زمانہ جو وہاں دس ہزار یا زیادہ سے زیادہ بارہ ہزار سال قبل شروع ہوا۔ جس کی ابتدا عہد حجر جدید سے ہوئی اور جو ابھی تک جاری ہے۔

عہد حجر جدید کا تمدن کہاں سے شروع ہوا

جیسا کہ ہم ابھی بتلا چکے ہیں ہمیں اس بات کا ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں ہے کہ انسان نے کس مقام پر عہد حجر قدیم کی منزل سے ترقی پاکر عہد حجر جدید کے تمدن کو اختیار کیا۔ غالباً جب نینڈرتھل آدمی برف پوش یورپ کی سخت آب و ہوا میں اپنی مشکل زندگی بسر کر رہے تھے، جنوب مغربی ایشیا میں یا کسی دوسرے ایسے علاقہ میں جو اب بحر روم یا بحر ہند میں ڈوب گیا ہے سفید نسل کے آدمیوں کے آباؤ اجداد نے عہد حجر قدیم کے آخری حصہ کے بعد سے فنون کو ترقی دینا شروع کر دی تھی اور ان سینکڑوں صدیوں میں جن میں رین ڈیر عہد کے لوگ اپنی غیر ترقی پذیر زندگیاں فرانس، جرمنی اور اسپین کی چراگاہوں میں بسر کر رہے تھے اس زمانہ میں جنوب مشرق کے زیادہ ترقی پسند لوگ زراعت پر قدرت حاصل کرتے رہے اپنے اوزاروں کو ترقی دینا سیکھتے رہے، کتے کو سدھاتے رہے اور مویشی کو پالتو بناتے رہے جب شمال کی آب و ہوا معتدل ہوئی اور خط استوا کی آب و ہوا زیادہ گرم اور مرطوب ہو گئی تو ان لوگوں نے جنوب سے شمال کی طرف پھیلنا شروع کر دیا۔

انسانی تاریخ کے ان ابتدائی ابواب کا لکھنا ابھی باقی ہے اس کے لئے مواد غالباً ایشیائے کوچک، ایران، عرب، ہندوستان یا شمالی افریقہ میں ملے گا یا پھر بحر روم، بحر احمر یا بحر ہند کے پانی کے نیچے دبا ہوا ہوگا۔ آج سے بارہ ہزار سال قبل کے آس پاس کے زمانہ تک ہماری تاریخ کا علم بہت ہی غیر یقینی ہے

لیکن جتنا علم ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عہد حجر جدید کے لوگ تمام یورپ شمالی افریقہ اور ایشیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ تمدن کی جس سطح پر یہ لوگ زندگی بسر کر رہے تھے وہ بڑی حد تک ایسی تھی جیسی گذشتہ صدی میں جزائر پالینشیا کے لوگوں میں پائی جاتی تھی اور ان لوگوں کا شمار اپنے عہد کے مہذب ترین لوگوں میں کیا جاتا تھا۔

عہد حجر جدید کی زندگی | دھاتوں کے دریافت ہونے سے پہلے یورپ میں عہد حجر جدید کی زندگی کے جو آثار ملے ہیں انھیں دو مختلف عنوانات کے ماتحت جمع کیا جا سکتا ہے اول تو عہد حجر جدید کے وہ لوگ جن کے آثار اسکاٹ لینڈ اور ڈنمارک کے سواحل پر ملے ہیں یہ لوگ اپنے کوڑے اور فضلے کو ادھر ادھر بکھیر دیتے تھے جو بعض مقامات پر بڑے بڑے انباروں میں جمع ہو جایا کرتا تھا اسی لئے ان کا نام مطبخ کی کوڑیاں رکھنے والے لوگ" (Kitchen midden folk) رکھا گیا ہے۔ ان کے عہد کی تاریخ دس ہزار سال قبل مسیح یا اس سے بھی پہلے مقرر کی گئی ہے۔ دوسرے عہد حجر جدید کے وہ لوگ تھے جن کے آثار خصوصیت کے ساتھ سوئٹزرلینڈ میں ملے ہیں۔ ان کے مکانات جھیلوں کے اوپر ہوا کرتے تھے اس لئے انھیں جھیل باسی Lake-dwellers کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کے عہد کی تاریخ پانچ یا چار ہزار سال قبل مسیح سے لیکر تاریخی عہد کی ابتدا تک مقرر کی گئی ہے۔ مطبخ کی کوڑیاں رکھنے والے لوگ عہد حجر جدید کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ وحشی اور غیر مہذب تھے۔ ان کی پتھر

کی کلہاڑیاں بہت بعد کی شکل کی ہوتی تھیں اور ان کے پاس کتے کے علاوہ اور
کوئی دوسرا پالتو جانور نہیں تھا یہ اپنے بعض خاص خاص مُردوں کو بڑے اہتمام
اور عزت کے ساتھ دفن کرتے تھے لیکن عام طور پر دفن کرنے کا رواج نہیں تھا
ان خاص مُردوں کی قبروں پر مٹی کا بڑا انبار اکٹھا کیا جاتا تھا اور یہ انبار آج
بھی یورپ، ہندوستان اور امریکہ میں باقی ہیں۔ جھیل باسیوں کے آثار ۱۸۵۴ء
میں دریافت ہوئے جب خشک سالی کی وجہ سے سوئٹزرلینڈ کی جھیلیں بہت زیادہ
سوکھ گئی تھیں اور ان کا پانی بہت نیچے اتر گیا تھا۔ اس وقت عہد حجر جدید اور
برونز کے عہد کے مکانوں کے کچھ انبار دریافت ہوئے تھے جو پانی پر بنے ہوئے تھے
ان مکانوں کے صحن کی لکڑی محفوظ تھی اور اس کے علاوہ لکڑی، ہڈی، پتھر کے
اوزار، مٹی کے برتن، زیورات، غذا وغیرہ کے بچے ہوئے آثار بھی بہت کثرت سے
تھے۔ یہی نہیں بلکہ جالوں اور کپڑوں کے ٹکڑے بھی وہاں سے حاصل ہوئے
تھے جن کے دیکھنے سے اس عہد کی زندگی اور معاشرت کا ایک نقشہ کھینچا جا سکتا
ہے۔ ان جھیل باسیوں کے پاس کتوں کے علاوہ اوسط قد کے بیل، بکریاں اور بھیڑیں
بھی تھیں اور بعد میں جب وہ برونز کے عہد کے قریب پہنچنے لگتے ہیں تو ان کے یہاں
سور کے آثار بھی ملنے لگتے ہیں۔ ان کے کھنڈرات میں گایوں اور بھیڑوں کے آثار
جس طرح ملے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سردی کے موسم میں ان مویشیوں کو بھی انہی

مکانوں میں رکھا جاتا تھا جو جھیل کے اوپر بنے ہوئے تھے اور جن میں ان کے مالک خود بھی رہا کرتے تھے۔

شاید ان مکانوں کے مالک گایوں اور بکریوں کا دودھ دوہنا بھی سیکھ گئے تھے اور ان کی معیشت میں دودھ کو خاص اہمیت حاصل ہو گئی تھی لیکن اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جوان اور بالغ آدمیوں کے لئے دودھ ایک طبعی غذا نہیں ہے اور انھیں ابتدا میں جانوروں کا دودھ پینا بہت عجیب سا معلوم ہوا ہوگا پھر دودھ کی مسلسل رسد حاصل کرنے کے لئے بھی مویشی کی نسل کی بہت اصلاح کرنا پڑی ہوگی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دودھ پنیر مکھن اور دودھ کی بنی ہوئی دوسری چیزوں کا استعمال بہت بعد میں شروع ہوا۔ یعنی اس زمانہ میں جب لوگوں نے خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کرنا شروع کی۔ لیکن عہد حجر جدید کے لوگوں کو دودھ کے استعمال سے واقفیت تھی اور وہ اُسے مٹی کے برتنوں میں رکھا کرتے تھے اگرچہ ان کے مٹی کے برتن خوبصورت بنے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔

عہد حجر جدید کے لوگ اپنی کچھ غذا تو شکار سے حاصل کرتے تھے چنانچہ ہرن، گینڈا اور جنگلی سور ان کا خاص شکار رہا کرتے تھے اور کچھ کھیتی کے ذریعہ۔ ان کے کھیتی کے طریقوں کے بارے میں ہماری واقفیت بہت کم ہے۔ ان کے ہل اور کھرپے ہمیں نہیں ملتے ہیں غالباً وہ لکڑی کے بنے ہوئے تھے اس لئے فنا ہو گئے ہیں۔

عہد حجر جدید کے لوگ گیہوں، جو اور جوار باجرے کی کاشت کرتے تھے۔ اناج کو یہ لوگ بھونا کرتے تھے پھر پتھروں سے پیس لیتے تھے اور اس کے بعد برتنوں میں ان کا ذخیرہ اکٹھا کر کے رکھ لیتے تھے تاکہ ضرورت کے وقت اس کا استعمال کیا جا سکے۔ یہ بہت سخت ... روٹی بھی پکاتے تھے کیونکہ اس کے گول چپٹے ٹکڑے ان کے کچھ آثار دریافت کیے گئے ہیں۔ خمیر سے یہ لوگ واقف نہیں تھے اور چونکہ خمیر سے واقف نہیں تھے اس لیے ان کے یہاں غالباً شراب بھی موجود نہ ہوگی۔

جو کی ایک قسم ایسی تھی جس کی کاشت قدیم یونانی، رومی اور مصری کیا کرتے تھے۔ اسی طرح گیہوں کی بھی ایک دوسری قسم تھی جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان جھیل باسیوں نے کاشت کے طریقے یا تو جنوب مشرق سے سیکھے تھے یا یہ لوگ اپنے ہمراہ انہیں جنوب مشرق سے لائے تھے۔ جنوب مشرق کے لوگ اس زمانہ میں ہزاروں سال پہلے سے گیہوں کی کاشت کر رہے تھے۔ قدیم دنیا کے سب آدمیوں نے عہد حجر جدید کی منزل تک پہنچنے کے بعد گیہوں کی کاشت شروع کر دی تھی لیکن امریکہ کے انڈین گیہوں کی کاشت سے اس کے بعد بھی ناواقف رہے اور یہ لوگ امریکہ کے دریافت ہونے تک صرف مکہ کی کاشت سے واقف تھے۔ جھیل باسیوں کو مٹر اور جنگلی میووں سے بھی واقفیت تھی۔

ان کا لباس زیادہ تر کھالیں ہوتی تھیں لیکن یہ سن کا موٹا کپڑا بھی تیار

کیا کرتے تھے۔ ان کے جال بھی سن کے بنے ہوتے تھے۔ برونز کے دریافت ہوجانے کے بعد برونز کی بنی ہوئی چیزوں اور زیوروں کا استعمال بڑھ گیا تھا۔ ان لوگوں کو اپنے بالوں کی آرائش کا بہت خیال تھا۔ برونز کی دریافت سے پہلے بالوں میں ہڈیوں کی پنیں لگائی جاتی تھیں اور بعد میں برونز کی۔ کھدائی اور نقاشی کے کام کے چونکہ کوئی آثار نہیں ملتے اس لئے خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے لباس کی یا تو بالکل رنگائی اور چھپائی نہیں کرتے تھے یا اس کی آرائش صرف بلیٹوں اور لیسوں وغیرہ سے کرتے تھے برونز کی آمد سے پہلے اسٹول اور میزوں کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا غالباً یہ لوگ چکنی مٹی کے فرش پر پالتی مار کر بیٹھا کرتے تھے۔ ان کے مکانوں میں بلیاں اور چوہے بھی نہیں ہوتے تھے۔ مرغی بھی گھریلو زندگی کا جزو نہیں بنی تھی اور اس کے انڈوں کو بھی غذا کے طور پر استعمال کرنا شروع نہیں کیا گیا تھا۔ مرغی کا تذکرہ توریت میں بھی نہیں ملتا۔ ہومر کے یہاں بھی مرغی کا ذکر نہیں ہے۔ ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح تک صرف ہندوستان اور برما میں جنگلی مرغیوں کا ذکر ملتا ہے۔ غالباً سب سے پہلے مرغیوں کو برما میں پالتو بنایا گیا وہاں سے گیارہ سو قبل مسیح میں چین پہنچیں اور سقراط کے زمانہ سے پہلے ایران ہوتی ہوئی یونان میں پہنچیں انجیل میں البتہ مرغ کا ذکر ہے جہاں مرغ کی بانگ، پیٹر کو اپنے آقا کی رفاقت چھوڑ دینے پر ملامت کرتی ہے۔

عہد حجر جدید کے آدمیوں کا اہم ترین اوزار اور ہتھیار ان کی کلہاڑی ہوا کرتی تھی تیر اور کمان کا نمبر اس کے بعد آتا ہے۔ تیروں کے سرے چقماق کے ہوتے تھے اور بہت خوبصورت بنائے جاتے تھے زمین کو جوتنے کے لئے غالباً ایک ایسا بانس استعمال کیا جاتا تھا جس کے نچلے سرے پر بارہ سنگھے کا سینگ لگا ہوتا تھا۔ سینگ ہی کے کلنٹے بنا کر مچھلی کو بھی پکڑا جاتا تھا۔ چڑیوں کے پکڑنے کے لئے جال ہوتے تھے اور ٹوکریاں بھی بنائی جاتی تھیں۔

چونکہ عہد حجر جدید کے لوگوں کے پاس کمان تھی اس لئے خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ ستار اور دوتارے وغیرہ کے استعمال سے بھی واقف ہوں گے۔ ہڈیوں کی سیٹیاں تو عہد حجر قدیم میں بھی ملتی ہیں اور اس سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نرسل کی بانسریوں کا بھی استعمال کیا جاتا ہوگا۔ ہمیں اس بات کا ٹھیک پتہ نہیں ہے کہ انسان نے گانا کب سیکھا لیکن غالباً وہ اس زمانہ میں گانا بھی سیکھ رہا تھا اور چونکہ اس کے پاس الفاظ کا ذخیرہ اکٹھا ہو رہا تھا اس لئے ان سے گانے کا کام بھی لیا جاتا ہوگا۔ ابتداء میں گانے کی صورت شاید یہ رہی ہو کہ محض آواز کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہو اور اس میں الفاظ کی بالکل کوئی قید نہ ہوتی ہو۔ رات میں روشنی کا غالباً کوئی معقول انتظام نہیں ہوتا تھا صرف آگ کی روشنی سے جو دن اور رات جلتی رہتی تھی کام چلایا جاتا تھا۔

غرضکہ سوئٹزرلینڈ کے آثار سے اوپر لکھی ہوئی باتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ زندگی
کی جو تصویر ہمیں یہاں نظر آتی ہے وہ عہد حجر قدیم کے ابتدائی دور کی زندگی سے نمایاں
طور پر مختلف ہے اور اس زندگی میں اور اس زندگی میں ہزارہا سالوں کی مدت
کا فرق دیکھا جا سکتا ہے۔ اس عرصہ میں انسان نے مویشیوں کو پالتو بنالیا ان کے
لئے چارہ کا انتظام کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چارے کے ذخیرے سے ہی
زراعت کی ابتدا ہوئی اور یہ تو بلاشبہ ایک حقیقت ہے کہ انسان نے بونے سے
پہلے فصلوں کو کاٹنا شروع کیا۔ بہر حال کبھی نہ کبھی اس نے فصلوں کو بونا بھی شروع
کیا اور انسانی جماعت کی ترقی میں یہ واقعہ بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل
نرالا ہے کہ جہاں کہیں انسانوں نے آج سے تقریباً دس ہزار سال قبل بونا شروع کیا
وہاں بوائی کے ساتھ انسانی قربانی کو بھی وابستہ کر دیا۔ ان دونوں میں باہم کیا
تعلق ہے ہماری موجودہ فہم و ادراک اس کے سمجھنے سے قاصر ہے لیکن عموماً نہایت
حسین اور منتخب نوجوان لڑکے اور لڑکی کو بھینٹ چڑھایا جاتا تھا اور انتخاب کے
وقت سے قربانی کے وقت تک ان کی ایسی عزت و توقیر کی جاتی تھی گویا وہ خود
اس قربانی کے بادشاہ یا دیوتا ہیں۔

ابتدائی تجارت | لیکن یہ تمام باتیں بہت بہت پرانے زمانہ میں ہوا کرتی تھیں اور
ان علاقوں میں ہوتی تھیں جن کے بارے میں آثار قدیمہ کے ماہروں کو ابھی بہت کچھ

تحقیقاتیں کرنا باقی ہیں۔ آہستہ آہستہ یعنی چند ہزار سالوں کے فرق سے انسانی زندگی میں برونز کا رواج بھی بغیر کسی شور و ہنگامہ کے شروع ہوگیا اور قبائل کو مجبوراً برونز کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا شروع کیا اپنے حریفوں کے مقابلہ میں بڑی سہولت پیدا ہوگئی۔

انہی دنوں میں ایک قسم کی ابتدائی تجارت بھی ابھرنا شروع ہوگئی تھی برونز اور برونز کے ہتھیار، سخت اور نادر پتھر مثلاً زمرد، سونا، عنبر، کھالیں، سن کے جال اور کپڑے اس قسم کی چیزوں کی چھینا جھپٹی چوری، مبادلہ اور ملک کے طویل فاصلوں تک منتقل کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ نمک کی بھی غالباً تجارت کی جاتی تھی گوشت کھانے والے تو بغیر نمک کے زندگی گذار سکتے ہیں لیکن اناج کھانے والوں کو سبزی کھانے والے جانوروں کی طرح نمک کی ضرورت رہتی ہے ابتدا میں مبادلہ جنس بہ جنس، ٹھگی، خراج اور ڈکیتی میں باہم کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ لوگ اپنی مرغوب اور پسندیدہ چیزیں حاصل کرنے کے لئے ان میں سے جس تدبیر کو زیادہ مؤثر اور کارگر سمجھتے تھے اختیار کرلیتے تھے۔

وادی بحرِ روم کا سیلاب | ابھی تک ہم نے جن عہدوں اور زمانوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں ہمیں کوئی نہایت انقلاب انگیز واقعہ نظر نہیں آتا لیکن انسان کی کہانی کے اس حصہ کو ختم کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ دنیا کے ایک نہایت اہم واقعہ کا

بھی تذکرہ کردیا جائے یعنی اس واقعہ کا کہ کس طرح وادی بحر روم میں بحر اطلانتک کا پانی آنا شروع ہوا اور کس طرح وہ علاقہ جو پہلے خشک تھا سمندر بن گیا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے آخری برفانی عہد اور انسان صحیح کے نمودار ہونے کی تاریخ آج سے پچاس ہزار سال قبل مقرر کی تھی۔ اس تاریخ میں کوئی قطعیت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تاریخ ساٹھ ہزار سال قبل ہو یا صرف بیس ہزار سال قبل ہو۔ تاریخ کا تعین محض اس لئے کیا گیا ہے تاکہ تھوڑا بہت اندازہ ہو جائے کہ ہمارے پیش نظر لاکھوں سال کی مدت نہیں ہے بلکہ محض ہزاروں سال کی مدت ہے۔ بہرحال اس بات کے بارے میں تقریباً کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ آخری برفانی عہد کے اختتام پر آج کل جو علاقہ بحر روم کے نام سے موسوم ہے وہاں دو بڑی سمندری جھیلیں پائی جاتی تھیں جو باہم ملی ہوئی نہیں تھیں یا اگر ملی ہوئی تھیں تو ایک برساتی دریا کے ذریعہ۔ مشرقی جھیل جس میں نیل کا پانی ایڈریاٹک دریا کا پانی اھمر کے دریا کا پانی اور شاید جزائر یونان کے دریا کا پانی آتا تھا کم نمکین تھی۔ بحر روم کے اس خشک علاقہ میں عہد حجر جدید کے آدمی نہایت مسرت اور خوش حالی کی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

اس بات کے ماننے کے لئے ہمارے پاس متعدد وجوہ ہیں۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ آج تک بحر روم کا پانی اڑ کر خشک ہوتا رہتا ہے۔ دریا جو اس میں

شامل ہوتے رہتے ہیں ان سے پانی کے اڑنے کی تلافی نہیں ہوتی بحر اطلانتک اور بحر اسود سے برابر بحر روم میں پانی کے بہنے کا سلسلہ جاری ہے کیونکہ بحر اسود میں جو بڑے دریا گرتے ہیں ان سے ان کے پانی کی سطح بلند ہوتی رہتی ہے اور وہاں سے پانی بہہ کر نشیبی علاقوں میں پہنچتا رہتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جب بحر روم بحر اسود اور بحر اوقیانوس سے علیحدہ ہوگا تو اس کا پانی سوکھتا رہتا ہوگا اور نشیب کی طرف مائل ہوگا بالکل اسی طرح جیسے کیسپین اور بحر مردار میں ہمیں آج یہی کیفیت نظر آتی ہے آخری برفانی عہد میں غالباً یہ صورت تھی لیکن اس بات کا ہمیں ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ وہ تبدیلی جس نے بحر روم کو موجودہ بحر روم بنا دیا ہمارے عہد سے کس قدر قریب زمانہ میں واقع ہوئی لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ان وادیوں اور جنگلوں میں جو آج زیر آب ہیں عہد حجر جدید کے لوگ ضرور چلتے پھرتے ہوں گے اور بحر روم کی نسل کے آدمیوں نے بحر روم کی وادیوں میں سکونت اختیار کر کے اپنے تمدن کو خاصی ترقی دے لی ہوگی۔

مسٹر ڈبلیو۔ بی۔ رائٹ نے اس سلسلہ میں بعض نہایت دلچسپ باتیں بیان کی ہیں ان کا کہنا ہے کہ بحر روم کی وادی میں دو جھیلیں تھیں ایک مشرقی نشیب میں تازہ پانی کی جھیل تھی جس کا پانی بہہ کر مغربی نشیب میں جاتا تھا۔ آخری برفانی عہد کے خاتمہ پر جب برف گھلنا شروع ہوئی تو سمندروں کی سطح بلند ہوئی

اور اس بلندی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بحر روم کی نشیبی وادیوں میں پانی بھرنا شروع ہوگیا ابتدا میں کم پانی آیا لیکن بعد میں سیلاب بڑھتا رہا اور پانی کے بہاؤ سے وادی کی مٹی کٹتی رہی جس سے پانی کی گہرائی بہت بڑھ گئی پانی ایک تیز رو دریا کی شکل میں آبنائے جبرالٹر سے بہتا رہا یہاں تک کہ موجودہ بحر روم بن گیا اور اس بحر کا پانی بحر اسود سے آبنائے باسفورس اور بحیرہ مارمورا کے ذریعہ مل گیا یہ چیز بظاہر محض ایک قیاس آرائی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے چونکہ بحر روم کی گہرائی کی جب مختلف جگہوں پر پیمائش کی گئی ہے اور سمندر کے نیچے جو زمین وادیاں اور پہاڑ وغیرہ ہیں ان کا پتہ چلایا گیا ہے تو ان سے اس بیان کی بڑی حد تک تائید ہوتی ہے۔

اس واقعہ کی تاریخ پندرہ ہزار اور دس ہزار سال قبل مسیح کی درمیانی مدت مقرر کیجاتی ہے اور اس سانحہ کو جو زبردست اہمیت زمانہ قبل از تاریخ میں حاصل رہی ہوگی اس کا ہم اندازہ کرسکتے ہیں اگر آخرالذکر تاریخ یعنی دس ہزار سال قبل مسیح صحیح ہے تو سکونت پذیری اور تمدن کے ابتدائی منظاہر یعنی جھیلوں کے اندر مکانات اور کاشت غالباً لونیا ئن جھیل کے قریب شروع کئے گئے ہونگے جس میں نہ صرف نیل کا بلکہ ان دو دریاؤں کا پانی بھی گرتا تھا جو آج بحر احمر اور رائیڈ ریانک بن گئے ہیں۔ لوگ اپنی پرامن زندگیاں بسر کر رہے ہوگے اور آزاد

اور بے فکر ہوں گے کہ یکبارگی مغربی پہاڑیوں سے سمندر کا پانی آنا شروع ہوا اور ان ابتدائی انسانوں کو گھیرنے لگا۔ جھیل جو اب تک ان کی رفیق اور ان کا مسکن تھی، ان کی دشمن بن گئی اس کے پانی نے چڑھنا شروع کیا اور پھر اترنے کا نام ہی نہیں لیا ان کی تمام آبادیاں غرق ہو گئیں۔ یہ آگے آگے بھاگتے تھے اور پانی پیچھے سے ان کا تعاقب کرتا تھا، روز بروز سال بہ سال وادیوں میں پھیلتا رہا اور انسانوں کو اپنے آگے بھگاتا رہا۔ ہزاروں آدمی نمکین پانی میں گھر کر فنا ہو گئے اس پانی کی کوئی روک نہیں تھی برابر تیزی سے بڑھتا رہا اور درختوں کی جھنگل پہاڑیوں کی چوٹیوں تک پہنچتا رہا یہاں تک کہ موجودہ بحر روم کی کل وادی پانی سے لبریز ہو گئی اور عرب اور افریقہ کی پہاڑی چٹانوں سے اس سمندر کا پانی ٹکرانے لگا۔ یہ خوفناک اور اندوہناک حادثہ تاریخ کی ابتدا سے بہت بہت پہلے واقع ہوا۔ اور انسان نے معاشرت کی ترقی کے لئے جو ابتدائی کوششیں کی تھیں ان پر پانی کا ایک گہرا اور تاریک پردہ پڑ گیا۔

ابتدائی کاشتکار اور ابتدائی خانہ بدوش | زراعت کی آمد کے بارے میں اب تک جو کچھ کہا جا چکا ہے اس سلسلہ کو ہم پھر شروع کرتے ہیں۔ زراعت کے آغاز سے انسانی زندگی میں ایک زبردست تبدیلی پیدا ہو گئی۔ زراعت کی ترقی آہستہ آہستہ ہزاروں سال کی مدت میں ہوئی۔ اس کی ابتدا کے بارے میں مختلف لوگوں

کے مختلف خیال ہیں کچھ لوگ اس کی ابتدائی تاریخ بیس ہزار سال بتلاتے ہیں اور کچھ صرف آٹھ ہزار سال۔

زراعت سے پہلے انسان منتشر زندگی بسر کر رہا تھا اور اس کی تعداد بھی بہت مختصر تھی۔ وہ بالکل وحشی تھا اور شکاری جانوروں کی طرح ادھر ادھر گھوما کرتا تھا اس میں اور شکاری جانوروں میں صرف اتنا فرق تھا کہ یہ اوزاروں کا استعمال کرنے لگا تھا۔ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں رہتا تھا۔ اس کی قوت گفتگو بہت ابتدائی حالت میں تھی۔ اس کی ملکیت میں جتنی اشیا رہتیں وہ سب ایسی ہوتیں جنھیں وہ اٹھا کر اپنے ساتھ لیجا سکتا تھا۔ اس کی کل زندگی غذا کی تلاش میں بسر ہوتی تھی۔ کبھی کئی دن تک مسلسل فاقوں کی نوبت آجاتی تھی اور کبھی غذا کی کثرت اور فراوانی رہتی تھی۔ وہ جانوروں کے پیچھے لگا رہتا تھا۔ جانور، غذا اور مناسب موسم کی تلاش میں جدھر جاتے تھے یہ ان کا تعاقب کرتا تھا۔ انسان محروم اور ضرورت مند تھا اور اس کی زندگی خطرات پیہم کا ایک مجموعہ تھی۔

اس کے بعد باقاعدہ غذا پیدا کرنے اور محفوظ رکھنے کا سلسلہ شروع ہوا وہ ان جانوروں کو جن کا وہ شکار کرتا تھا پالنے لگا اور جن جن جگہوں پر اناج جڑیں اور پھل اسے ملتے تھے اور جو اس کے گوشت کی غذا کی تکمیل کرتے تھے ان کا غور اور توجہ سے مشاہدہ اور ان پر تجربہ کرنے لگا۔ شکار کے سلسلہ میں اس کی جو آوارہ گردی

تھی اس میں بھی اب نیم پالتو مویشیوں کی چراگاہوں اوران فصلوں کی وجہ سے جو وہ بویا کرتا تھا۔ ایک طرح کی پابندی پیدا ہونے لگی۔ اس کے اوزاروں میں بھی اضافہ ہونے لگا اور تقریباً آج سے آٹھ ہزار سال قبل انسانوں کی تعداد دنیا کے بعض علاقوں میں خاصی کثیر ہوگئی دنیا میں کبھی کسی ایپ یا اسی قسم کے اور دوسرے جانوروں کی تعداد اس سے پہلے اتنی کثیر نہیں ہوئی تھی۔ اس نے مکان بنانا بھی شروع کردیئے اور اس کے مقبوضات میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ غذا کی محض تلاش کی جگہ اب وہ باقاعدہ مقررہ زمانوں میں غذا کے حاصل کرنے کے لئے کام کرنے لگا وہ غذا کے ذخیرے اکٹھے کرنے لگا۔ اب اس کے لئے محنت کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا تھا۔ پہلے تو کھانا جب کبھی خوش قسمتی سے مل جاتا تھا۔ اسی وقت کھایا جاسکتا تھا لیکن اب اس نے کھانے کے لئے اپنے اوقات مقرر کرلئے اب اس کی زندگی میں جانوروں کی بے ترتیبی باقی نہیں رہی بلکہ اب وہ معاشی حیوان بن گیا۔

انسان ہی صرف ایسا دودھ پلانے والا جانور ہے جسے معاشی حیوان کہا جاسکتا ہے۔ انسان سے پہلے کے کسی دودھ پلانے والے جانور کو معاشی حیوان نہیں کہا جاسکتا۔ اود بلاؤ اپنے رہنے کے لئے جگہ بناتا ہے اور غذا کا ذخیرہ اکٹھا کرتا ہے گلہری نے صرف بچاکر رکھنا جانتی ہیں۔ کتے ہڈیاں دفن کرتے ہیں لیکن کوئی دودھ پلانے والے جانور مل کر اور امداد باہمی کے ذریعہ غذا فراہم نہیں کرتا۔ یہ کام صرف چیونٹیاں اور

شہد کی مکھیاں انجام دیتی ہیں۔ ان میں البتہ جماعتی زندگی ہوتی ہی تقسیم عمل پایا جاتا ہر باقاعدہ محنت کرتی ہیں اور غذا کا ذخیرہ تیار اور اکٹھا کرتی ہیں اور اپنی غذا اور رہنے کی جگہ کو آپس میں تقسیم کرتی ہیں۔

سکونت اختیار کرنے سے پہلے انسانی زندگی میں سعی و عمل فکر و پریشانی اور احتیاج و ضرورت تو ضرور موجود تھیں لیکن باقاعدہ محنت مفقود تھی عہد حجر کے آخری دور کے آدمی کام کیا کرتے تھے لیکن یہ اتفاقیہ اور عموماً دلچسپ کام ہوا کرتے تھے اوزاروں کو بنانے کی وقتاً فوقتاً ضرورت پیش آتی تھی لیکن انھیں غالباً استعمال کرنے والے لوگ خود ہی بنایا کرتے تھے۔ کھالوں کو بھی کھرچ کر صاف کیا جاتا تھا۔ غذا کے لئے شکار اور اس کی تلاش بھی کیجاتی تھی کسی شخص کو آگ کو بھی کو ہمیشہ جلائے رکھنا پڑتا تھا کیونکہ آگ کے بجھ جانے سے بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور بعض لوگوں کا خیال ہی کہ اس کام کے لئے خاص طور پر لوگ مقرر کئے جاتے تھے چنانچہ بعد کے زمانہ میں کنواری لڑکیوں کو آتشکدوں کے روشن رکھنے کی جو خدمت سپرد کی جانے لگی تھی اس کی ابتدا کے بارے میں خیال ہی کہ دراصل اسی زمانہ سے ہوئی تھی۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود انسانی زندگی کے شکاری دور میں کوئی ایسی مسلسل باقاعدہ جد و جہد کا سلسلہ جاری نہیں تھا۔ جسے ہم محنت کے نام سے موسوم کرسکیں۔

ہم تبلا چکے ہیں کہ کاشت کے شروع کرنے سے پہلے انسان جو کچھ کام کرتا تھا

اُس کو معاشی محنت کے نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا لیکن جب انسان گھومتا گھومتا دریاؤں کی وادی میں پہنچا تو ان وادیوں کی سیاہ اور زرخیز زمین میں گھاس اس کثرت سے پیدا ہوتا تھا کہ مویشی اُسے آسانی سے ختم نہیں کرسکتی تھی چارہ کے اس ذخیرہ کے فراہم ہونے کے بعد وہ نقل سکونت کرنے کے لئے مجبور نہیں رہا جب کئی موسموں تک مسلسل ایک ہی مقام پر قیام کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بعض گھاسوں کے بیج غذا کے طور پر استعمال کئے جاسکتے ہیں اور کاشت سے ان کی مقدار اور نوعیت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح زراعت کے فن نے ترقی پائی اور آدمی کی وابستگی مقام کے ساتھ بڑھ گئی کیونکہ اب اُسے اپنی فصل کی نگرانی کرنا پڑتی تھی اور اس نگرانی کے لئے قیام ضروری تھا۔ اناج کے دریافت ہوجانے اور زراعت کے ترقی پاجانے سے تہذیب کی تاریخ کی ابتدا ہوئی۔ تہذیب سخت محنت کا پھل ہے اور زمین کی جتائی سے ہی آدمی کو معلوم ہوا کہ محنت کسے کہتے ہیں۔

تہذیب و تمدن کی ابتدا دریاؤں کی وادیوں میں ہوئی ہے اور دجلہ اور فرات کی وادیوں یعنی مسوپوٹامیا میں جس تہذیب نے ترقی پائی وہ غالباً دنیا کی سب سے پہلی تہذیب ہے۔ اس زمانہ میں سمندر زمین کے زیادہ حصہ پر قبضہ کئے ہوئے تھا اور یہ دونوں دریا الگ الگ بحیرہ فارس میں گرتے تھے۔ ان دریاؤں کے درمیان مختلف تہذیبیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی اور فنا ہوتی رہیں۔ بار بار پہاڑ کے

جنگی قبیلوں نے جو خانہ بدوش تھے ان تہذیبوں کو فنا کر دیا لیکن ہمیشہ یہ ہوا کہ یہاں کی مٹی فاتحوں کے لئے دامنگیر ثابت ہوئی۔ وہ یہیں بس گئے اور انھوں نے پرانی تہذیب کے کھنڈرات پر ایک نئی تہذیب کی بنیاد استوار کی اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ پہاڑ کے وہ لوگ جو فتح کرنے کے لئے آئے تھے اور جنھوں نے ملک کو فتح کر بھی لیا تھا بعد میں میدان والوں کے شاگرد بن گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میدانوں کی تہذیب اپنے خالقوں کی جنگی صفات کے لئے تو ضرور مہلک ثابت ہوتی تھی لیکن پھر بھی بدوانہ زندگی کے مقابلہ میں اس کے اندر ایک ایسی برتری پائی جاتی تھی جس کے مقابلہ کی تاب خانہ بدوشوں میں نہیں تھی اور جس کے اثر سے انھیں بعد میں مغلوب ہی ہونا پڑتا تھا۔

برتری یہ تھی کہ میدانوں میں پہاڑ کے رہنے والوں کو زیادہ آرام رساں زیادہ مکمل اور زیادہ متنوع زندگی بسر کرنے کا موقع ملتا تھا۔ انھیں یہاں اپنے ہم جنسوں سے ملنے ملانے کے بہت سے مواقع حاصل ہوتے تھے ان کی احتیاجات میں اضافہ ہو جاتا تھا اور مشترکہ محنت سے ان کی تکمیل کے امکانات بھی موجود نظر آنے لگتے تھے۔ مویشی کے ساتھ گھومنے کے مقابلہ میں یہ زندگی یقیناً زیادہ مکمل زندگی تھی۔ اس سے برائیاں پیدا ہوتی تھیں لیکن اس سے معاشرتی بھلائیاں بھی پیدا ہوتی تھیں اور اس زندگی کی بھلائیاں برائیوں سے اس قدر زیادہ تھیں

کہ آخر میں میدانوں کی تہذیب کو ہی فتح حاصل ہوتی تھی۔

زراعت کی ترقی سے مستقل مکانات کی تعمیر کے مواقع بھی پیدا ہوئے جب خانہ بدوش خیمہ کو روز روز اکھاڑ کر ہمراہ لیجانے کی ضرورت باقی نہیں رہی تو لوگوں نے زیادہ وزنی وسیع اور کشادہ مکان بنانا شروع کئے۔ ابتدا میں مٹی کے مکان بنائے گئے اور بعد میں اینٹوں کے مکان بنائے گئے اور باہمی حفاظت کے لئے ان مکانوں کو قریب قریب بنایا گیا اور چونکہ گروہ بندی سے تحفظ کا امکان پیدا ہوتا تھا۔ ہر شخص اپنے گروہ کو فخر اور محبت کے ساتھ دیکھنے لگا اور اس سے شہریت کے احساس کی ابتدا ہوئی۔

پھر اس ترقی سے فوراً انسان کی احتیاجات میں اضافہ ہونا شروع ہوا مثلاً زیادہ وزنی اور کشادہ مکان بنانے اور گرم دیواروں میں رہنے کی وجہ سے آدمیوں کو کھال کے کپڑوں کی جگہ نسبتاً ہلکے اور ٹھنڈے کپڑوں کی ضرورت پیدا ہوئی اور اون، کتان اور سن کے کپڑے بنائے جانے لگے اور چونکہ کچھ آدمیوں میں ان کاموں کے کرنے کی صلاحیت دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ تھی تو ہر جماعت میں گلہ بانوں اور زراعت پیشہ لوگوں کے ساتھ خاص خاص کاریگروں کے طبقے بھی پیدا ہونے لگے۔ معمار، بڑھئی، کاتنے والے، بننے والے درزی اور زرہ بکتر بنانے والے پیدا ہوئے اور تقسیم عمل نے ایک حقیقی صورت اختیار کرلی۔

آدمی جماعت کی ضرورتیں فراہم کرنے کے لئے مل جل کر کام کرنے لگے اور اس طرح تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی گئی۔

ایک دفعہ شروع ہو جانے کے بعد تہذیب میں تیزی سے ترقی ہوتی رہی غار میں رہنے والے زمانہ سے ترقی کرکے گلہ بانی کے زمانہ تک پہنچنے تک انسان کو ایک بہت طویل مدت صرف کرنا پڑی اس کے بارے میں بالکل صحیح عدد تو نہیں دیا جا سکتا لیکن ہزاروں سال ضرور صرف ہوئے پھر اس کے بعد انسانی نسل ہزاروں سالوں تک خانہ بدوش رہی اور اس کے طریقہ زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اس کے بعد جہاں تک ہمیں علم ہے آج سے چھ ہزار سال پہلے میسوپٹامیا میں پہلا شہر بنایا گیا۔ اگر ایک طرف ان بندر نما انسانوں کے عہد کو لیا جائے جنھیں ہم نے نینڈرتھل انسان کے نام سے موسوم کیا تھا اور ان کے زمانہ کی لمبائی کا مقابلہ ابتدائی شہر کے زمانہ سے کیا جائے تو چھ ہزار سال بالکل ایک لحظہ اور لمحہ معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اسی تھوڑے سے زمانہ میں انسان نے زمین کو پورے طور پر مسخر کر لیا ہے اور اب ستاروں تک پہنچنے کی فکریں کر رہا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے بعد انسان نے اپنے تمام مشاغل کو ایک مقصد کا پابند بنانا شروع کر دیا اور تمام ایسے دوسرے آدمیوں سے اشتراک عمل کرنے لگا جن کے ساتھ وحدتِ مقصد کی بنا پر اشتراک ممکن تھا جب انسان ترقی کی اس منزل پر پہنچ گیا تو پھر اس کے بعد وہ نہایت تیزی کے ساتھ وحشت اور درندگی

سے الگ ہٹ گیا۔ اس میں شک نہیں اب بھی کبھی کبھی اس کا پاؤں ڈگمگا جاتا ہے اور وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اس کی ترقی کا انحصار اس کے ہم جنسوں کے اختیاری اور آزادانہ اشتراکِ عمل پر ہے اور وہ دورِ وحشت کے طریقے دوبارہ اختیار کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے اس کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے بلکہ اُسے پھسل کر نیچے گرنا پڑتا ہے لیکن ان لغزشوں کے باوجود اس کی ترقی کی رفتار مسلسل ہے اور تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔

جس وقت میدان میں پہلے شہر کی بنیاد رکھی گئی تھی اس وقت کی حالت کا اندازہ کرنا جدید عہد کے آدمی کے لئے تقریباً ناممکن ہے تب میدان جنگلوں سے معمور تھے۔ ان جنگلوں میں وہ عظیم الجثہ جانور تو باقی نہیں رہے تھے جن کے ڈھانچے عجائب خانوں میں نظر آتے ہیں لیکن پھر بھی ان میں خوفناک درندے اور اژدہے پائے جاتے تھے۔ سڑکوں کا دنیا میں کہیں نام و نشان نہ تھا۔ سمندروں میں جہاز نہیں چلتے تھے۔ دریاؤں میں کوئی کشتی نظر نہیں آتی تھی۔ شاید کبھی کبھی لکڑی کے دو ٹکڑوں کو باندھ کر کچھ آدمی ندیوں کو پار کرنے کی کوشش کیا کرتے ہوں گے! البتہ میدانوں میں صاف جگہوں پر مڑی ہوئی لکڑیوں سے انھوں نے زمین کو کھرچنا شروع کر دیا تھا اور اس میں بے ترتیبی کے ساتھ گیہوں بونے لگے تھے اس زمانے کے مرد اور عورت کھال کے کپڑے پہنتے تھے اور ہمارے موجودہ معیاروں کے مطابق

ان کا شمار وحشیوں میں کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ننھے کھیتوں کی حالت ہمارے موجودہ کسانوں کو افسوسناک حد تک قابل رحم نظر آئے گی۔ دن بھر یہ لوگ سخت محنت کرتے تھے اور رات کو یہ مٹی کے جھونپڑوں میں پڑے رہتے تھے جن میں کوئی کھڑکی نہیں ہوتی تھی جن کی چھتیں یا تو کھالوں کی ہوتی تھیں یا پھوس کی اور یہ نہایت تاریک گندے کیڑوں مکوڑوں سے بھرے ہوئے اور اس درجہ بدبختی سے معمور ہوتے تھے کہ الفاظ ان کے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

لیکن اگر اس عہد کے حالات کو فراموش نہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی یہ زندگی بھی ان کے دوسرے ہم جنسوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ مہذب تھی ہماری موجودہ تہذیب و شائستگی کی ابتدا دراصل یہیں سے ہوتی ہے کیونکہ یہی وہ وقت تھا جب آدمیوں نے پہلی مرتبہ اپنی مرضی اور آزادی سے مل جل کر کام کرنا شروع کیا تھا اور انھوں نے اپنی محنتوں کو اس لئے متحد کیا تھا تاکہ ہر شخص کو سب لوگوں کی محنت سے فائدہ پہنچے اور اس اشتراک عمل کے اصول کو اختیار کر لینے کے بعد انسان نے اپنے دورِ وحشت کو خیرباد کہہ دیا۔ اس نے اس زمانہ میں صرف گیہوں کا بیج ہی نہیں بویا بلکہ تہذیب کا بیج بھی بویا۔ اس کے ان قابل رحم کھیتوں سے ہی دنیا کے وہ تمام زرخیز کھیت اور باغات پیدا ہوئے جن سے موجودہ عہد کی ہزاروں قسم کی زراعتی پیداواریں حاصل کی جاتی ہیں۔ اس کی مویشی کی یگ ڈنڈیوں سے وہ

شاہراہیں اور ریلیں بنی ہیں جو زمین پر آج ایک جال کی طرح بچھی ہوئی ہیں۔ ان دو لکڑیوں سے جنھیں باندھ کر ابتدائی انسان نہروں اور دریاؤں کو پار کرنے کی خطرناک کوشش کیا کرتا تھا۔ ان تمام تجارتی اور جنگی جہاز کے بیڑوں نے ترقی پائی ہے جنھوں نے آج ساتوں سمندروں کو کھنگال ڈالا ہے۔ اور اس کے مٹی کے جھونپڑے کے نمونہ کو سامنے رکھ کر دنیا کے عظیم الشان شہروں مثلاً لندن، نیو یارک، پیرس کی آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتیں بن کر کھڑی ہو گئی ہیں۔

لیکن جو ترقیاں ہوئی ہیں ان کا ان جھونپڑوں کے رہنے والوں کو کبھی خواب وخیال میں بھی احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہ تو صرف یہ جانتے تھے کہ اپنے انسانی رفقائے کار کی امداد باہمی سے انھوں نے غاروں کے مقابلہ میں پناہ کے لئے ایک زیادہ بہتر جگہ بنا لی ہے اور اپنی اس نئی جگہ کو وہ کھال کے ان خیموں سے بھی اچھا سمجھتے تھے جنھیں ہوا اور طوفانی بارش اکھاڑ کر پھینک دیا کرتی تھی۔ اور کھیتی کے ذریعہ انھوں نے اپنے لئے ایک زیادہ آسان اور زیادہ یقینی غذا کا وسیلہ دریافت کر لیا تھا۔ لیکن جو ترقیاں آئندہ ہونے والی تھیں ان کا علم ان بیچاروں کو نہیں تھا۔

ضمیمہ باب اول

انسان کی ابتدائی ایجادیں

انسان آج سے چار لاکھ اسی ہزار سال قبل سب سے پہلے دنیا میں نمودار ہوا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وسطی ایشیا انسان کا ابتدائی گھر تھا طویل مدتوں تک وہ ایسی زندگی بسر کرتا رہا جو جانوروں سے بالکل مشابہ تھی بلکہ جانور اس کے مقابلہ میں زیادہ حاوی معلوم ہوتے تھے اور بجائے اس کے کہ انسان جانوروں کا شکار کرتا خود جانور انسان کا شکار کیا کرتے تھے۔ لیکن اس میں لامحدود امکانات پوشیدہ تھے۔

انسان ہونے کے فوائد انسان کو جانوروں پر بعض اعتبارات سے برتری حاصل تھی

۱۔ سب سے پہلی برتری بادی النظر میں اس کی خرابی معلوم ہوتی ہے یعنی یہ کہ جانوروں کے بچے کے مقابلہ میں انسان کا بچہ زیادہ مدت تک بے بس اور اپنے ماں باپ کی نگرانی کا محتاج رہتا تھا۔ لیکن طویل مدت کی یہ بے بسی اور محتاجی دراصل اس کا ایک بڑا سرمایہ تھی اس کے معنی یہ تھے کہ وہ دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں زیادہ مدت تک قابلِ تعلیم رہتا تھا۔ مرغی اور کتے کے بچے جو انسان کے بچے کے ساتھ

پیدا ہوتے ہیں اس کے مقابلہ میں بہت جلد اپنی نگرانی کرنا خود ہی سیکھ لیتے ہیں لیکن اس قلیل مدت میں جو کچھ وہ سیکھتے ہیں بس اسی پر ان کا علم ختم ہو جاتا ہے مگر انسان اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اگر چاہتا ہے تو نئی نئی باتیں سیکھتا رہتا ہے۔

۲۔ انسان کی دوسری برتری یہ تھی کہ چونکہ یہ دونوں پاؤں پر کھڑا ہو سکتا تھا اس لیے اس کے دونوں ہاتھ حملہ اور مدافعت کیلئے آزاد رہتے تھے۔

۳۔ اس کی تیسری برتری یہ تھی کہ اس کی انگلیاں انگوٹھے کے مقابلہ میں اس طرح لگی ہوتی تھیں کہ اس کی وجہ سے اس کے ہاتھوں میں چیزوں کے پکڑنے کی صلاحیت زیادہ پیدا ہو گئی تھی اس بات نے اس کی ترقی میں بہت بڑا حصہ لیا ہے کیونکہ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے انسان اوزاروں کے بنانے اور استعمال کرنے والا بن سکا۔

۴۔ اس کی چوتھی برتری یہ تھی کہ اس میں ایسی دماغی قوتیں پائی جاتی تھیں جو کسی دوسرے جانور میں نہ تھیں وہ منصوبے بناتا اور اُن پر غور و فکر کر سکتا تھا یعنی وہ اپنے ذہن میں جو کام کرنے والا ہوتا تھا اس کی پہلے سے ایک تصویر بنا لیتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ جو نتائج اس کے افعال سے پیدا ہوں گے ان کا بھی ایک نقشہ تیار کر سکتا تھا جن چیزوں کے منصوبہ بناتا تھا یا جو کام کرتا تھا انھیں یاد رکھ سکتا تھا اور دوسروں کی نقل اتار سکتا تھا۔

ان برتریوں کی وجہ سے جو بظاہر بہت حقیر معلوم ہوتی ہیں انسان نے اپنا سلسلۂ ترقی شروع کیا۔ یہ سلسلۂ ترقی بالکل ایسا ہی تھا جس میں آج کل کے انسان بھی مصروف نظر آتے ہیں فرق صرف یہ تھا کہ اس ابتدائی انسان کے لئے ترقی کے معنی یہ تھے کہ جو جانور اس کے آس پاس تھے اور جن میں سے بعض قوت اور ذہانت میں اس سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ ان سے بازی لیجائے اور ہمارے لئے اس کی صورت مختلف ہوگئی ہے یعنی ہم انسانوں سے بازی لیجانا چاہتے ہیں۔

ابتدائی انسانوں میں بعض ایسے تھے جو بہت غیر معمولی ذہانت رکھتے تھے بالکل اسی قسم کی جیسی آج ایڈیسن اور مارکونی کی ذہانت سمجھی جاتی ہے ہمارے ایک لامعلوم جدامجد نے جو ہماری عزت کا ایسا ہی مستحق ہے جیسا کہ مارکونی اور ایڈیسن۔ لکڑی ہڈی اور پتھر کے اوزار بنانا شروع کئے۔ کسی اور جدامجد نے پتھر کو دھات ملے ہوئے پتھر سے رگڑ کر آگ روشن کرنا دریافت کیا۔ یہ بات غور کے لائق ہے کہ انسان کی یہ ایجاد ایسی زبردست تھی کہ اس سے بہتر کوئی ایجاد مدتوں تک نہیں ہوسکی۔ تمام قدیم زمانہ میں بلکہ سنہ عیسوی کے بیشتر حصہ میں اور آج تک آگ جلانے کے جس طریقہ سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جاتا ہے وہ اسی ابتدائی طریقہ پر مبنی ہے۔ رگڑنے والی دیا سلائی کی ایجاد ۱۸۲۷ء میں ہوئی۔

ٹوٹے ہوئے پیلے! آگ کی ایجاد کے بعد آدمی کی حالت کئی اعتبارات سے بہتر ہوگئی۔

وہ سردی کے مقابلہ میں بالکل بے بس نہ رہا۔ اسی طرح جنگلی جانوروں کے مقابلہ میں بھی بے بس نہ رہا بلکہ انھیں آگ سے ڈرا کر بھگا سکتا تھا۔ اس نے یہ بھی معلوم کیا کہ جب گوشت اور اناج کو آگ پر بھونا جاتا ہے تو اُن کا ذائقہ بہتر ہو جاتا ہے اور جب مٹی کو آگ پر گرم کیا جاتا ہے تو وہ زیادہ سخت ہو جاتی ہے۔ اس کے پیالے اور صراحیاں اسی طرح ٹوٹ جایا کرتی تھیں جیسی ہماری ٹوٹتی رہتی ہیں۔ اور آگ کے ذریعہ وہ نئے نئے پیالے اور صراحیاں بناتا رہتا تھا۔ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے وہ پھینک دیا کرتا تھا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ انھیں پورے طور پر ضائع نہیں کرتا تھا کیونکہ اگرچہ وہ اس کے لئے بے کار رہتے لیکن ہمارے لئے وہ تہذیب و تمدن کی تاریخ کا ایک بڑا ماخذ بن گئے ہیں۔

پگھلی ہوئی دھاتیں آگ کا ایک اور فائدہ بھی تھا۔ ابتدائی انسان نے یہ بھی معلوم کیا کہ اگر بعض چٹانوں کو آگ پر گرم کیا جائے تو اس سے ایک دوسری سخت چیز برآمد ہوتی ہے جسے ہم دھات کہتے ہیں۔ اس طرح دھاتوں کا عہد شروع ہوا۔ غالباً پہلے تانبا، پھر برونز یعنی (ٹین اور تانبا ملا ہوا) اور پھر لوہا دریافت کیے گئے۔ اس دن سے لیکر آج تک فطرت پر انسان کی دسترس کے معنی یہ ہی رہے ہیں کہ دھاتوں کے استعمال کرنے کی اہلیت میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔

پالتو درخت اور جانور ہمارے دوسرے نامعلوم آبا و اجداد نے پودوں کو کاشت

لرنا اور جانوروں کو پالنا شروع کیا۔ ان دونوں کا شمار ہمارے زبردست ترین محسنوں میں کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد سے انسان غذا کے محض جمع کرنے والے نہیں رہے بلکہ غذا کو پیدا بھی کرنے لگے بلاشبہ اس بات کا پتہ لگانے میں کہ کون سے پودے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ مدتیں صرف ہوئیں اور بہت سے لوگوں نے اس بات کے دریافت کرنے میں اپنی جانیں قربان کردیں۔ لیکن غذا کی مسلسل رسد کو حاصل کرنے کے لئے جانوں کی یہ قیمت بہت حقیر تھی کیونکہ اس سے مستقل سکونت کے امکانات پیدا ہوئے اور اس مستقل سکونت سے وہ تمام مرفہ الحالی پیدا ہوئی جسے ہم تہذیب و تمدن کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

انسانیت کے کسی اور قدیم محسن نے ان چیزوں کا پتہ چلایا جو لڑھکتی ہوئی چلتی ہیں۔ اگر پہیئے دنیا سے غائب کردئے جائیں تو سوچیئے کہ ہماری تہذیب و تمدن کا کیا حشر ہوگا؟

زبان | قدیم انسانوں کی ایک دوسری زبردست ایجاد زبان تھی۔ چیزوں کے لئے انھوں نے نام رکھے۔ نام رکھنے سے پہلے چیزوں کو محض اشارے سے تبلایا جاسکتا تھا نام کس طرح رکھے یہ صحیح طور پر نہیں تبلایا جاسکتا۔ غالباً بعض چیزوں کو اشارے سے بتلاتے وقت آدمی کچھ خاص آوازیں بھی نکالا کرتا تھا مثلاً سی سی۔ ہش ہش وغیرہ اور آہستہ آہستہ اُس نے خاص خاص آوازوں کو خاص خاص چیزوں

کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

ابتدا میں تو چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے چیز کا ہونا ضروری تھا لیکن زبان کی ایجاد کے بعد محض لفظ کا استعمال کر دینا کافی تھا اور اس لفظ سے خود بخود اُن اشیاء کا تصور قائم کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً بغیر درخت، ریچھ وغیرہ کی موجودگی کے محض ان کا نام لے دینا ان کی طرف متوجہ کر دینے کے لئے کافی ہوگیا۔

غرضکہ اسی طرح وہ آوازوں کے اشتراک و اختلاط سے زبان کو وسیع کرتا رہا اور اس کے اخلاف بھی آج تک اسی کام کو کر رہے ہیں مثلاً سینما۔ ریڈیو، ٹیلی فون، ایروپلین بالکل نئے الفاظ ہیں۔

تحریر یا الفاظ کے بعد قدیم انسان نے ایسے نشان بنانا شروع کئے جو الفاظ کی نمائندگی کرتے تھے اور اس سے ایک دوسری حیرت انگیز چیز ایجاد ہوئی جسے تحریر کہتے ہیں۔ ابتداء میں تحریر سے زیادہ یہ چیز ڈرائنگ سے مشابہ تھی آج کل بھی آپ اخبار کے مضمون کے صفحوں میں اسی قسم کی تصویری تحریروں کو دیکھ سکتے ہیں۔ ابتداء میں یہ تصویریں واقعی اشیاء کی ہوتی تھیں اس کے بعد ان کا تعلق خیالات اور تصورات سے بھی ہونے لگا۔ یعنی ایسی چیزوں سے جن کا وجود محض انسانی ذہن میں ہوتا ہے۔ اس کی مثال گویا ایسی تھی کہ سر کے تخیل کے اظہار کے لئے سر کی تصویر کھینچ دی جائے اس کو Hierolgliph یا picture writing

کہتے ہیں۔

اس کے بعد تصویروں کو ملا کر بڑے بڑے الفاظ بھی بنائے جاتے تھے مثلاً سردار کے لیے سر اور دار کی تصویریں بنا دی جائیں اس کو syllable writing کہتے ہیں۔

بعد میں یہ نشانات آوازوں کی نمائندگی کرنے لگے اور ان سے حروف تہجی کی Alphabetical writing کی ابتدا ہو گئی۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ زبان چاہے وہ بولی جائے یا لکھی جائے اور چاہے وہ تصویروں کی شکل میں لکھی جائے یا حروف تہجی کی صورت میں اس کا مقصد ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے یعنی وہ چیزوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اصل چیزوں کے نشان، پتہ اور نمونہ کا کام دیتی ہے۔ ہم الفاظ کے ذریعہ خیالات کو سوچتے ہیں۔ ایک لمحہ کیلئے بغیر الفاظ کے سوچنے کی کوشش کیجئے؟ یہ ناممکن ہے دوسروں تک اپنے خیالات کو منتقل کرنے کے لئے بھی ہم الفاظ سے ہی مدد لیتے ہیں۔ یہ ہماری سب سے زبردست ایجاد ہے۔ پرنٹنگ پریس اور اسٹیم انجن سے بھی زیادہ زبردست۔

ابتدائی انسان کو اس بات کا یقین تھا کہ اُس کے آس پاس کچھ ایسی چیزیں ہیں جن پر اسے کوئی قدرت حاصل	ابتدائی انسان اور مافوق الفطرت دنیا۔ ہیلانزم۔

نہیں ہے اس یقین کی بنا پر تمام فنون، اعلیٰ علم اور مذہب شروع ہوئے۔

ابتدائی انسان کو فنون اور مذہب میں آج کے انسانوں کے مقابلہ میں زیادہ یگانگت اور اتحاد نظر آتا تھا۔ اس کے دو ابتدائی اعتقاد جنہیں تجربے اس نے معلوم کیا تھا یہ تھے کہ جب کبھی چیزوں میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے۔ وہ ضرور کسی دیوتا کی ناخوشی کی وجہ سے ہوتی ہے اور (۲) جب چیزیں درست حالت میں رہتی ہیں تو وہ ضرور اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ اس نے دیوتا کو خوش کرنے کا کوئی کام کیا ہے۔ چنانچہ قدرتی طور پر کبھی ابتدائی انسان ایک دیوتا کو خوش کرنا چاہتا تھا کبھی دوسرے کو۔ لیکن چونکہ ابھی تک دعا کے لئے اس نے الفاظ دریافت نہیں کئے تھے اور چونکہ اظہار کا جو طریقہ اسے معلوم تھا وہ صرف حرکت تھا اس لئے اس نے رقص کے ذریعہ عبادت شروع کی۔ مختلف مواقع کے لئے مختلف قسم کے رقص ہوتے تھے۔ جیسے آجکل مختلف مواقع کے لئے مختلف دعائیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ابتداء میں مراسم عبادت کی شکل صرف رقص ہی تھی اور یہ بہت بعد کے زمانہ تک جب کہ آدمی مہذب بھی ہو چکا تھا جاری رہی۔ انجیل میں اس بات کا ذکر ہے کہ کس طرح قربان گاہ کے سامنے کاہن ناچا کرتے تھے اور یہی رسم یورپ میں تقریباً کم سے کم سترھویں صدی تک جاری رہی اور ہندوستان میں آج بھی جاری ہے۔

آہستہ آہستہ رقص سے تین اور فنوں کو ترقی ہوئی یعنی موسیقی۔ شاعری اور ڈرامے کو۔ غالباً ہمارے موجودہ کھیل جیسے رسہ کشی۔ فٹ بال۔ ٹینس، ان کی ابتدا

بھی بر رسم عبادت کے طور پر ہوئی ہوگی۔

۲ دوسرا فن | دوسرا بنیادی فن تعمیرات کا فن تھا اس کے متعلق بھی خیال ہے کہ اس کی ابتدا بھی مافوق الفطرت اعتقاد کی بنا پر ہوئی۔ اس یقین کی بنا پر کہ وہ لوگوں کی زندگی کو ان کے مردہ جسم کو محفوظ رکھ کر طویل کر سکتا ہے اس نے لکڑی اور پتھر کے مکان بنانا شروع کئے اور جس قدر زمانہ گزرتا رہا اتنا ہی اس نے اپنی عمارتوں کو زیادہ مکمل اور زیادہ آراستہ کرنا شروع کر دیا لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ فن عمارت سے فن بت سازی، فن نقاشی اور فن خطاطی وغیرہ پیدا ہوئے۔

اعلیٰ علوم | ابتدا سے انسان نے جس دنیا میں رہتا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اس بات کا جتنا ذوق اُسے ابتدا میں تھا اس سے زیادہ غالباً آج بھی نہیں ہے اور اس مطالعہ کی محرک ہمیشہ ایک ہی خواہش رہی ہے یعنی یہ کہ وہ فطرت کو مسخر کرے

فطرت پر قابو پانے کیلئے ابتدائی انسان نے جن چیزوں کو ترقی دی تھی ان کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں سردی کو مسخر کرنے کے لئے آگ۔ غذا کو مسخر کرنے کے لئے گھریلو پودے اور جانور وغیرہ وغیرہ لیکن جلد ہی اس کی صلاحیت تفہیم انتہا کو پہنچ گئی اور اس حد سے آگے جن چیزوں کو وہ نہ سمجھ سکا اُس نے کہنا شروع کر دیا۔ "یہ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے"۔

اس وقت سے آج تک اور خصوصاً گذشتہ سو سال میں انسان نے فطرت کی تفہیم اور تسخیر میں بہت اضافہ کر لیا ہے۔ لیکن یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آج

بھی بہت سے بڑے بڑے سائنس دانوں میں عجز وانکسار کی وہی ابتدائی کیفیت پائی
جاتی ہے۔ ان کے کارنامے ہر چند بہت عظیم الشان ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو علم
کی ابتدائی منزل میں پاتے ہیں اور جو چیز ان کی عقل کی دسترس سے باہر معلوم ہوتی ہے
اس کے بارے میں انھیں الفاظ کا اعادہ کرتے ہیں جن کا استعمال ابتدائی انسان نے
کیا تھا یعنی یہ کہ یہ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے یا یہ ایک ایسے دماغ اور ذہن کا کام
ہے جو ہمارے فہم وادراک سے بالا ہے۔

اس آخر الذکر بیان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جدید سائنس والوں کی وقعت
کو آپ کی نگاہ میں کم کیا جائے بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ ابتدائی علمار کے کام کا
صحیح تخمینہ آپ سے کرایا جائے۔ ابتدائی عہد کے علمار کو سماوی دنیا سے خاص طور پر
دلچسپی تھی کیونکہ جو کچھ اوپر ہوتا تھا اس کا اثر فوراً ان کی زندگی پر ظاہر ہوتا تھا
بارش اور دھوپ کا تناسب جب ٹھیک رہتا تھا تو خوشحالی پیدا ہوتی تھی
اور جب یہ بہت زیادہ یا بہت کم ہو جاتی تھیں تو مصیبت نازل ہو جاتی تھی
چنانچہ بہت جلد سورج کو دیوتا سمجھا جانے لگا اور یہ تخیل آہستہ آہستہ جاندار
ستاروں کی طرف بھی منتقل ہوا۔ ان اجرام فلکی کے متعلق لوگوں کو یہ یقین تھا کہ
ان سے انسانی زندگی پر اچھا یا برا اثر رونما ہوتا ہے اور اس طرح علم نجوم
مرتب ہو گیا۔

کائنات میں نظم و ترتیب کی شہادتیں

ایک اور اصول بھی ان ابتدائی انسانوں نے معلوم کیا جس سے ان کے ہم نوع انسانوں کو بہت سکون اور اطمینان حاصل ہوا۔ ابتداء میں صدیوں تک انسان یہ سمجھتا رہا کہ کائنات کے سب کام بے ترتیبی اور بے نظمی کے ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔ جب انھیں بارش کی ضرورت ہوتی تھی سورج زمین کو خشک کرتا رہتا تھا جب انھیں گرمی اور دھوپ کی ضرورت ہوتی تھی تو اس کی جگہ بارش اور سردی ہوتی رہتی تھی۔ جب وہ فصل کاٹ چکے ہوتے تھے تو طوفان سے ان کی فصلیں تباہ ہو جاتی تھیں۔ وغیرہ وغیرہ اس لئے نجومیوں سے یہ باتیں معلوم کر کے کہ کم از کم اجرام فلکی کی گردش میں ایک نظم و ترتیب پائی جاتی ہے اور وہ باقاعدگی کے ساتھ خاص راستوں پر گردش کرتے ہیں اور موسموں میں باقاعدگی کے ساتھ تبدیلی پیدا کرتے ہیں ان کو ایک سکون حاصل ہوا ہوگا۔

عہد وحشت میں ہی انسان نے خاندانی زندگی کو اختیار کر لیا تھا اور مشترکہ اغراض کے لئے مثلاً جنگ یا آبپاشی کے لئے نہریں بنانے کے لئے ان خاندانوں کو بڑے گروہوں میں جمع کیا جا سکتا تھا۔ ان کی زندگی سخت اور غیر مہذب تھی لیکن یہ بات ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ انھیں اپنی زندگی کی صعوبتیں اتنی سخت نہیں معلوم ہوتی تھیں جتنی آج ہم انھیں سخت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے عادی تھے اور ان آسائشوں سے واقف نہ تھے جن کے ہم عادی ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہمیں اُن کی

زندگی کی ان صعوبتوں اور خامیوں پر افسوس نہ کرنا چاہیئے بلکہ ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے ان حقیر اور ابتدائی کارناموں کی وجہ سے ہمیں بہت سی باتیں بلا ذاتی زحمت کے معلوم ہوگئیں اور آہستہ آہستہ تمدن و تہذیب کے وہ ذخیرے اکٹھا ہونے لگے جن سے دنیا آج معمور معلوم ہوتی ہے۔ ان کی عطا کی ہوئی چیزیں ہمارے چاروں طرف ہیں۔ آگ اور دھاتیں، گھریلو جانور اور پودے، زبان، تحریر اگر یہ چیزیں دنیا سے غائب ہو جائیں تو ہم کتنے بے بس ہو جائیں۔

دوسرا باب

قبیلہ۔ خاندان اور جرگہ

تمہید: یہ بیان کرنے سے پہلے کہ آج سے چھ یا سات ہزار سال قبل انسانوں نے کس طرح شہروں میں جمع ہونا اور تہذیب و تمدن کو ترقی دینا شروع کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعتی تنظیم کا تذکرہ ذرا تفصیل کے ساتھ کر دیا جائے جو انسانوں کے درمیان تہذیب کی ترقی سے پہلے عام طور پر رائج تھی۔

اس بات کو تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ابتدائی جماعتوں میں تنظیم کا رشتہ نسلی ہوا کرتا تھا یعنی انسانوں کی گروہ بندیاں نسلی اشتراک کی بنیاد پر ہوا کرتی تھیں لیکن اس نسلی رشتہ کی نوعیت کیا تھی اس کی وسعت کس قدر تھی کتنی نسلوں تک اور کتنے انسانوں کے درمیان یہ پھیلا ہوا ہوتا تھا اور اس کے وسیع اور محدود ہونے کے کیا اسباب ہوا کرتے تھے ان سوالوں کے بارے میں کوئی قطعی جواب نہیں دیا جا سکتا۔

انسان کا بچہ دوسرے حیوانوں کے بچوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ کمزور اور بے بس ہوتا ہے اور ایک طویل مدت تک دوسروں کی امداد کا محتاج رہتا ہے

امداد کی اس ذمہ داری کو آیا صرف ماں پورا کرتی تھی یا اس میں باپ بھی شریک ہوتا تھا اور صرف ماں اور باپ ہی نہیں بلکہ جماعت کے اور دوسرے افراد بھی اس ذمہ داری کے پورا کرنے میں حصہ لیتے تھے یہ بھی ایسے سوال ہیں جن کا قطعی جواب دینا آسان کام نہیں ہے۔

بہت سے حیوانوں میں نر کا کام صرف بیج کو منتقل کرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے نر اور مادہ میں صرف بیج دینے اور لینے کے لئے ایک وقتی تعلق پیدا ہوتا ہے اور پھر دونوں ایک دوسرے کو بھول جاتے ہیں۔ آدمیوں کے بارے میں بھی ایک نظریے کے حامیوں کا یہ خیال ہے کہ ابتدا میں یہی صورت تھی اس لئے مرد اور عورت کے تعلق سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی اس کی پرورش اور نگہداشت کی پوری ذمہ داری ماں کو ہی اٹھانا پڑتی تھی اور اس بنیاد پر اولاد کو ماں اپنی چیز سمجھنے لگتی تھی اور اولاد بھی ماں کے ساتھ ہی اپنی وابستگی کو محسوس کرتی تھی. عورتیں مختلف مردوں سے بیج لیتی رہتی تھیں اور بیج ڈالنے والے کسی ایک خاص مرد سے ان کو کوئی خاص وابستگی نہیں ہوتی تھی۔

حیوانوں میں تو بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں ماں کو ان کے ساتھ بالکل کوئی وابستگی باقی نہیں رہتی وہ ان کو اپنے سے الگ کر دیتی ہے اُس کے لئے وہ بالکل دوسرے نروں کی طرح ہو جاتے ہیں جن سے بعد میں وہ بیج بھی لے سکتی ہے اسی

طرح ایک ہی ماں کے پیٹ بلکہ ایک ساتھ پیدا ہونے والے بچوں میں بھی بڑے ہونے کے بعد ایک ماں کی اولاد ہونے کا احساس باقی نہیں رہتا اور وہ غیروں کی طرح وقتی طور پر بیچ لے اور دے سکتے ہیں. لیکن انسانوں میں نہایت ابتدائی زمانہ سے جنسی تعلق قائم کرنے میں چند پابندیوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ یہ پابندیاں ہر جگہ اور ہر وقت ایک سی نظر نہیں آتیں اور ان کی ابتدا کے بارے میں بھی اختلاف رائے ہے لیکن بہر حال ان پابندیوں کے پیدا ہو جانے سے انسانی آبادی جنسی تعلق کے اعتبار سے دو گروہوں میں منقسم نظر آنے لگی ایک وہ جن کے ساتھ جنسی تعلق قائم کیا جا سکتا تھا اور دوسرے وہ جن کے ساتھ جنسی تعلق قائم نہیں کیا جا سکتا تھا۔

گروہ | اس مسئلہ پر باقاعدہ بحث کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اصطلاحوں کی وضاحت کر دی جائے۔

سب سے پہلے "گروہ" کی اصطلاح کو لیجیے. اس کے لئے انگریزی میں لفظ ہورڈ استعمال کیا جاتا ہے جو خود لفظ "اردو" سے نکلا ہے جس کے معنی خیمے کے ہیں اور جو بعد میں پڑاؤ کی جگہ، فوج، لشکر اور لشکر کے بازار وغیرہ کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ اس لفظ میں اور "قبیلہ" میں فرق یہ ہے کہ اس لفظ میں رشتہ داری کا کوئی مفہوم عام طور پر موجود نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق چند خانہ بدوش لوگوں کے ایسے مجموعہ پر کیا جاتا ہے جو شکار، لوٹ مار یا کسی دوسرے مقصد کے لئے

اکٹھا ہو جاتے ہیں۔

لہ اس لفظ کا ایک اور مفہوم بھی ہے اور یہ ان لوگوں کے خیال کے مطابق ہے جن کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام انسانوں میں ادنیٰ ترین وحشیوں سے لے کر مہذب انسانوں تک جنسی تعلق محض ہم بستری تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس وقت کے علاوہ بھی یکجائی اور قربت کی شکل میں جاری رہتا ہے جس سے خاندانی رشتہ کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا ہو جاتی ہے یہ صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں کہیں اس خاندانی رشتہ کی مدت بہت مختصر ہو سکتی ہے کہیں زیادہ دیرپا کہیں یہ متعدد شوہر والے خاندان ہوتے ہیں کہیں ایک شوہر والے کہیں متعدد بیویوں والے کہیں یہ امومی ہوتے ہیں یعنی خاندان کا سلسلہ نسب ماں سے چلتا ہے اور ماں کو ہی گھر میں اقتدار حاصل ہوتا ہے کہیں ابوی ہوتے ہیں یعنی سلسلہ نسب باپ سے چلتا ہے اور باپ کو خاندان میں اقتدار حاصل ہوتا ہے کہیں ان میں محرم اور غیر محرم کے فرق کو تسلیم کیا جاتا ہے کہیں نہیں لیکن انسان جہاں کہیں بستے ہیں ان کے اندر کسی نہ کسی قسم کا زن و شوہر کا دیرپا رشتہ ضرور پایا جاتا ہے

اس لئے ان لوگوں کے خیال کے مطابق گروہ کا مفہوم ایک ایسی جماعتی تقسیم ہے جو قبیلے کے ارتقاء سے پہلے پائی جاتی تھی اور جو ایسے خاندانی گروہوں پر مشتمل ہوتی تھی جن میں خونی رشتہ یا کسی اور طرح کا اتحاد پایا جاتا تھا۔

اس لحاظ سے گروہ کو قبائلی نظام کے جرگے کے مساوی سمجھا جا سکتا ہے چنانچہ ایف ایچ گڈنگس

خاندان | خاندان آدمیوں کا ایک ایسا اجتماع ہی جو قریبی عزیزوں پر مشتمل ہوتا ہی خصوصاً والدین اور اُن کے بچوں پر مہذب جماعتوں میں خاندان کو جماعت کا بنیادی واحدہ فرض کیا جاتا ہی اور اسے موجودہ زمانہ میں قدیم اور ابتدائی جماعتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ آزادی حاصل ہو گئی ہی۔ قدیم زمانہ میں خاندانوں کو براہ راست جرگہ کے ماتحت سمجھا جاتا تھا۔

جرگہ | جرگہ ایک ایسے معاشرتی اجتماع کا نام ہی جس کے تمام افراد ایک مشترک نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی نسل کا سلسلہ صرف ایک طرف سے چلتا ہی (ابوی جماعتوں میں باپ کی طرف سے اور اموی جماعتوں میں ماں کی طرف سے)۔ ایک جرگہ کے اندر رہنے والے افراد محرم ہوتے ہیں یعنی ان کے درمیان جنسی تعلق جائز نہیں سمجھا جاتا۔ جرگہ اور قبیلہ میں فرق یہ ہی کہ جہاں جرگہ کا نظام رائج ہوتا ہی وہاں ایک قبیلہ میں کئی کئی جرگے شامل ہوتے ہیں اور ان جرگوں کے اراکین کو محض جرگہ سے باہر ازدواجی تعلق پیدا کرنے کی اجازت ہوتی ہی یعنی وہ محرموں سے شادی نہیں کر سکتے بلکہ انھیں صرف غیر محرموں سے شادی کرنے کی اجازت ہوتی ہی

بقیہ صفحہ ۶۰ ۔ کا قول ہی کہ گروہ کو قبیلہ کے ایک جزو کی حیثیت سے تقریباً جرگہ کا مترادف سمجھنا چاہئے اگرچہ ایسا کہنا پورے طور پر صحیح نہیں ہی۔

جن جرگوں میں محرم اور غیر محرم کے فرق اور نسل کے سلسلہ کو ٹوٹم کی معرفت متعین کیا جاتا ہے انھیں ٹوٹمی جرگوں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایک ہی ٹوٹم کے افراد متعدد قبیلوں اور گروہوں میں اور دور دور پھیلے ہوئے مل سکتے ہیں عام طور پر ہر جرگہ کا ایک جداگانہ ٹوٹم ہوتا ہے اور ان کے نام بھی جدا ہوتے ہیں کلین clan کا لفظ عام طور پر ٹوٹمی جرگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے جرگوں کو جنھیں [illegible] کے نام سے موسوم کرتے ہیں ٹوٹمی اور ٹوٹمی زمروں کو علی الترتیب [illegible] سے [illegible] اور جرگوں کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جرگے کا نام جس میں بچہ پیدا ہوتا تھا عموماً نسل کا سلسلہ ماں کی طرف سے چلتا تھا اور رحمی رشتوں سے ہی تمام دوسری رشتہ داریاں پیدا ہوتی تھیں بچوں کے ساتھ باپ کا کوئی رشتہ تسلیم نہیں کیا جاتا تھا حتی کہ اس کو خاندان کا ایک رکن بھی نہیں مانا جاتا تھا۔

ٹوٹم کی [illegible] نے جو [illegible] سب سے بہتر تعریف کی ہے

ٹوٹم ان مادی اشیاء کو کہتے ہیں [illegible] خصوصاً جانوروں یا درختوں کی روحیں ہوتی ہیں جن سے [illegible] وحشی انسانوں کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ نہایت قریبی طور پر ان کی ذات کے ساتھ متعلق ہیں اس تعلق کی نوعیت چاہے کچھ بھی ہو اس کا نتیجہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ وحشی انسان اگر ان کی ٹوٹم درختوں

یا جانوروں کی کسی قسم سے تعلق رکھتا ہے، اپنے ٹوٹم کو مارنے یا کھانے سے احتراز کرتے ہیں پھر تمام وہ اشخاص جو کسی ایک خاص ٹوٹم کے پرستار رشتہ سے منسلک ہو جاتے ہیں اپنے اراکین کے نام اسی ٹوٹم کے نام پر رکھتے ہیں اس کے علاوہ جتنے آدمیوں کا نام اس ٹوٹم کے نام پر ہوتا ہے وہ سب اپنے کو ایک خون کا سمجھنے لگتے ہیں اور یہی اس ٹوٹمی برادری کے درمیان شادی یا ہم بستری کو سختی کے ساتھ ناجائز قرار دیتے ہیں اس گروہ کے اندر شادی کی جو ممانعت ہے اب اس کو عام طور پر exogamy یعنی خارجی ازدواج یا محرم کے رشتے سے موسوم کیا جاتا ہے اس ٹوٹم پرستی سے چونکہ ممنوعات کے ایک سلسلہ کا آغاز ہوتا ہے اس لئے اُسے انسانوں کے ابتدائی مذہب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

قبیلہ قبیلہ ایک جماعتی گروہ ہے جس میں متعدد ایسے خاندان جرگے یا نسبیں شامل ہوتی ہیں جن کا مورث اعلیٰ ایک ہوتا ہے اس کے علاوہ اس میں غلام، متبنے ماتحتوں کی طرح زندگی بسر کرنے والے اور دوسرے دور کے ایسے ہی لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ انتھراپولوجی یعنی آغاز انسان کے علم کے ماہروں کے نزدیک قبیلہ میں محرم اور غیر محرم دونوں طرح کے افراد شامل ہوتے ہیں یعنی قبیلہ میں جو جرگے شامل ہوتے ہیں ان کے افراد اپنے جرگے کے لئے تو محرم ہوتے ہیں لیکن دوسرے جرگوں کے افراد کے لئے غیر محرم ہوتے ہیں قبیلہ ان مختلف جرگوں کو ایک سیاسی

سرداریا حاکم کا ماتحت یا رشتہ اتحاد میں منسلک کرتا ہے۔ اسی طرح بزرگوں کی انفرادی عبادت کے طریقوں کے ساتھ قبیلہ کا ایک مشترکہ عبادت کا طریقہ بھی ہوتا ہے۔ جب قبیلہ میں وسعت پیدا ہونے لگتی ہے تو خونی رشتہ کی اہمیت زائل ہوجاتی ہے اور قبیلہ کا انحصار بیشتر ایسے جماعتی اور سیاسی اداروں پر ہونے لگتا ہے جو سب کے لئے مشترک ہوتے ہیں۔

نسلی رشتہ کا ارتقا | اصطلاحوں کی اس ضروری وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نسلی رشتہ کے ارتقا کے بارے میں جو مستند خیالات ہیں ان کا ایک خلاصہ پیش کردیا جائے۔

ابتدا میں تو یہ عقیدہ عام طور پر ہر جگہ رائج تھا کہ انسانوں کے ابتدائی خاندان ابوی نوعیت کے ہوا کرتے تھے یعنی ان میں سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے چلتا تھا اور باپ کو ہی خاندان میں پورا اقتدار حاصل ہوتا تھا لیکن بعد میں اس قسم کی شہادتیں بڑھنا شروع ہوئیں جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ ابتدائی جماعتوں میں رشتہ کا سلسلہ باپ سے نہیں بلکہ ماں سے چلا کرتا تھا اور نیز یہ کہ آج بھی بہت سی قبائلی جماعتوں میں جماعتی تنظیم امومی ہے ابوی نہیں ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بعض محقق بالکل دوسری انتہا پر پہنچ گئے چنانچہ لبک Lubbock کی کتاب[1]

---

[1] The origin of civilization and the primitive

میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ ابتدا میں عورتیں کسی ایک شخص کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی تھیں بلکہ اشتمالی اصول کے مطابق مردوں کے ساتھ زندگی گذارتی تھیں میک لینن Mclennan نے جنسی تعلق کی طرف سے فرق و امتیاز کے ایک ایسے جذبۂ بے حسی کا نظریہ پیش کیا جس میں خاندان کا قیام ممکن ہی نہیں معلوم ہوتا تھا۔[2] مارگن Morgan نے ایسے خاندانوں کا تذکرہ کیا جن میں سگے بھائی بہن میں رشتہ ازدواج قائم ہوتا تھا[3]

لیکن یہ انتہاپسندی بھی واقفیت کی کمی کی بنا پر پیدا ہوئی تھی۔ بعد میں جب مزید تحقیقات کی گئیں تو معلوم ہوا کہ ابتدائی جماعت کے بارے میں اشتمالی اور ابوی دونوں نظریہ صحیح نہیں ہیں کیونکہ جنسی تعلقات میں انتہائی آزادی کے باوجود بھی خاندانی نظام باقی رہ سکتا ہے جیسا کہ انویٹ The Innuit ٹوڈا The Todas کھونڈ The Khonds میں آج بھی

---

condition of man" Chap III

[2] Studies in Ancient History P.92-95

[3] Systems of consanguinity and affinity of the human family. P12.

باقی ہے اور ناہی تین The Tahitians میں باقی رہ چکا ہے اور جیسا آریوں میں ایک زمانہ میں باقی رہا تھا اسی طرح ایسی سرداری سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنسی تعلقات کی آزادی بالکل ختم ہوگئی ہے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ سرداری محض تھوڑی مدت کے لئے قائم رہتی ہو اور زمانہ قیام میں جنسی تعلقات کی سخت پابندیوں پر کوئی خاص اصرار نہ کیا جاتا ہو۔

غرضیکہ ابتدائی خاندانوں کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کوئی بات کہنے کے لئے ہمارے پاس کافی شہادتیں موجود نہیں ہیں علم طبقات الارض بھی اس معاملہ میں ہماری کوئی رہنمائی نہیں ہوتی اور نہ موجودہ وحشیوں کی جماعتوں کی حالت کا مشاہدہ کرکے ہم صحیح طور پر ابتدائی جماعتوں کے بارے میں کوئی قیاس کرسکتے ہیں۔ آج کل کے وحشی گروہ جس ماحول میں زندگی گذار رہے ہیں اس کے مقابلہ میں ابتدائی انسانی گروہ یقیناً زیادہ موافق ماحول میں زندگی گذارتے تھے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ غالباً ان کے اجتماع زیادہ کثیر ہوتے تھے اور تعداد کی اس کثرت کی بنا پر یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے جنسی تعلقات میں موجودہ وحشیوں کے مقابلہ میں زیادہ آزادی رہی ہو۔ امکانات اس طرح کے بہت سے ہیں لیکن ایک نظریہ ایسا ہے جس کے صحیح سمجھنے کے لئے قرائن بہت قوی ہیں اور وہ یہ کہ ابتدائی انسانوں کا خاندان اعلیٰ ترین حیوانوں اور ادنیٰ ترین انسانوں کے بیچ بیچ

میں رہا ہوگا۔

چڑیوں سے نیچے درجے کے حیوانوں میں تو کوئی خاندانی رشتہ نہیں پایا جاتا لیکن چڑیاں تقریباً تمام خاندان بنا کر رہتی ہیں گھونسلہ بنانے میں۔ بچوں کی حفاظت کرنے میں غذا مہیا کرنے میں نر برابر مادہ کی مدد کرتا رہتا ہے۔ دودھ پلانے والے سب جانور خاندانی گروہ بنا کر نہیں رہتے لیکن ان میں ماں کی محبت بہت ترقی یافتہ حالت میں ہوتی ہے اور ان کی جو زیادہ ملنسار قسمیں ہیں ان میں نر مادہ کے ساتھ محافظ اور غذا مہیا کرنے والے کی حیثیت سے زندگی گذارتا رہتا ہے چنانچہ وہیل مچھلیوں دریائی گھوڑوں زیبروں اور بارہ سنگوں میں یہی صورت ہے لیکن گوا اور وانا نسل کے بندروں میں حیوانوں کا خاندانی جذبہ انتہائی ترقی یافتہ شکل میں پایا جاتا ہے اس بات کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ اورنگوٹانگ گوریلا اور چمپانزی میں خاندان کا جذبہ ایسا ہی قوی ہوتا ہے جیسا خود انسانوں میں

پھر تمام انسان ادنیٰ ترین وحشیوں سے لے کر مہذب ترین انسانوں تک خاندانی گروہوں میں رہتے ہوئے ملتے ہیں۔ انسانی خاندان کی سادہ ترین شکل یہ ہے کہ مرد اور عورت تھوڑی مدت کے لئے جوڑا بنا کر رہتے ہیں۔ منکوپیز Mincopis قبیلہ کے لوگوں کو اس بات کی بہترین مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان میں باپ بچے کے دودھ چھوٹنے تک بچے کی ماں کے پاس رہتا ہے اور

پھرنے لئے دوسری بیوی تلاش کرلیتا ہی۔ان کے مقابلہ میں زیادہ پائدار جوڑا بناکر رہنے والے خاندانوں کی مثال آسٹریلیا کے بلیک فیلوز گرین لینڈ کے شمالی اسکیمو اور برازیل کے ایموزمینین انڈنس میں ملتی ہی۔ وحشیوں میں عام طور پر چھوڑکر چاجانے طلاق دینے اور دوبارہ شادی کرنے کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں۔

ان تمام واقعات کے پیش نظر یہ قیاس کرنا صحیح معلوم ہوتا ہی کہ ابتدائی مرد اور عورت صرف کچھ عرصہ کے لئے جوڑا بناکر رہنا جانتے تھے یہ جوڑا بہت آسانی سے ٹوٹ سکتا تھا اور عمر بھر تک شاذونادر ہی قائم رہتا تھا۔

خاندان کی مختلف قسموں کے پیدا کرنے میں معاشی اسباب کی اہمیت

انسانوں کی جو ادنیٰ ترین جماعتیں اس وقت موجود ہیں ان میں عارضی یک زوجگی Tempmary Monogamy شادی کی نہایت عام صورت ہوتی ہی۔ شوہر جلد یا بدیر بیوی کو چھوڑ دیتا ہی ورنہ تو کوئی دوسری بیوی کرلیتا ہی یا کسی دوسرے مرد سے اپنی پہلی بیوی کا تبادلہ کرلیتا ہی لیکن اگر ایک وقت خاص میں آبادی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ عموماً ایسے گروہوں میں منقسم نظر آئے گی جس میں ایک مرد کا تعلق ایک وقت میں ایک ہی عورت سے رہتا ہی۔ اب رہا یہ سوال کہ مین کے نظریہ کے مطابق خاندان ابوی ہوتے ہیں یا میک لینن اور اس کے ہم خیال لوگوں کے نظریہ کے مطابق اموی ہوتے ہیں اس کا انحصار بڑی حد تک معاشی حالات پر ہوتا ہی۔

جہاں کہیں زندگی کے حالات اتنے سخت ہوتے ہیں کہ شوہر اور باپ کی امداد خاندان کی پرورش کے لئے لابدی ہوتی ہے یا جہاں کسی اور وجہ سے خاندان اس وقت تک یکجا رہتا ہے جب تک بچے بڑے نہیں ہو جاتے اور اس عرصہ میں باپ کے اقتدار کے ماتحت ہوتا ہے وہاں خاندان عموماً ابوی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں بہت سے وحشیوں کے گروہ ایسے ہیں جن میں نسل کا سلسلہ باپ سے چلتا ہے۔ مثلاً گرین لینڈ کے اسکیمو اور غالباً برازیل کے جنگل کے گروہوں میں یہی رواج ہے۔ ان لوگوں کا ماحول ایسا ہے کہ جو خاندان صرف عورتوں پر انحصار کریں گے وہ بہت جلد فنا ہو جائیں گے یہ بات انوئیٹ The Innuit کے لئے جن کی غذا کا تمام ذریعہ دریائی گائے ہوتی ہے جس کا شکار صرف جان کو خطرہ میں ڈال کر کیا جا سکتا ہے خصوصیت کے ساتھ صحیح ہے اس لئے قدرتی انتخاب نے صرف اسی قسم کے خاندانوں کو باقی رکھا ہے جس میں مرد بچوں کے بڑے ہونے تک معاشی محنت اور خاندان کی پرورش کے کام میں پورے طور پر شریک ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس جزائر انڈمان کے ٹراپیکل جنگلوں میں جہاں آب و ہوا خشک اور صحت بخش ہے اور پیداوار کی کثرت ہے عورت اور اس کے بچے کو شوہر کی امداد کے بغیر غذا میسر آ سکتی ہے چنانچہ سنکو بنہ کے قبیلوں میں جیسے ہی بچے کا دودھ چھوٹتا ہے شادی بھی ختم ہو جاتی ہے۔

... مردوں | اس سے ظاہر ہوا کہ ان تینوں طبقوں میں معاشی حالات ہی
... تقسیم عمل | اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ شادی کی مدت کیا ہو نیز یہ کہ نسل
کا سلسلہ عورت کی طرف سے چلے یا مرد کی طرف سے۔ تیسرا جب کہ عورت اور مرد کے
درمیان تقسیم عمل ہوتی ہے تو خاندان کی بنیاد ... ان میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے کہ گو
کی بنیاد کی ترقی وہی شرح ہے جس سے ... ترقی پر نسبتاً بلند تر
درجے پر پہنچتے ہیں

اس تقسیم عمل کی بنا پر مرد اور عورت کی ذہنی خصوصیات اور تمدنی زندگی
کے حالات اور واقعات کی بنا پر ہوتی ہے۔ وحشت کی زندگی میں چھوٹی چھوٹی جنگوں
کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے جو عورت کو ہر وقت حفاظت اور مدافعت کے لیے تیار رہنا
پڑتا ہے زندگی کے ابتدائی ایام میں عورتیں حاملہ ہونے کی وجہ سے اکثر شکار
کرنے سے معذور رہتی ہیں۔ چونکہ ان کاموں کا کرنا مردوں کے لئے ضروری ہوتا ہے
اس لئے عورتوں کو جہاں تک ان کی طاقت اجازت دیتی ہے غیر دلچسپ اور یکساں
قسم کے کاموں کو سنبھالنا پڑتا ہے وہ نہ صرف خانگی فرائض کو انجام دیتی ہیں مثلاً آگ کو
ہمیشہ جلائے رکھتی ہیں۔ کھانا پکاتی ہیں اور اس طرح کی چیزیں بناتی ہیں جیسے چٹائیاں
مچھلی پکڑنے کے جال وغیرہ مگر ایسی اشیا جن کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد
کرنا پڑتی ہے ان ... کی ... ان کے ساتھ ہو سکتی ہے اور جب سفر درپیش ہوتا ہے

تو غیس لادنے والے جانوروں کی طرح اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ برتنوں اور کھانے
کے ذخیروں کو بھی لادنا پڑتا ہے۔ یہ آخری رواج وحشیوں میں بالکل عام ہے اور اس
کی ضرورت اس قدر واضح ہے کہ خود عورتیں اس کی حمایت کرتی ہیں اور اس کو ہرگز
خلہ نہیں سمجھتیں۔ دیوں کو لڑنے کے لئے اور اچانک حادثوں کے لئے ہر لمحہ تیار رہنا
چاہیے۔ اگر ہتھیاروں کی جگہ وہ سامان لادیں گے تو سب کی جان خطرہ میں پڑ جائیگی
عورت کی محنت مرد کے لئے اور مرد کی حفاظت عورت کے لئے جس قدر زیادہ اہم
ہوتی جاتی ہے اور جتنا زیادہ مرد عورت کی سادہ آرام رسانیوں کی پروا کرنے لگتا
ہے اور جتنی زیادہ عورت شکاری غذا کے حصول کے لئے یا جھونپڑے اور لکڑی کے
بنی ہوئی کشتیوں کے لئے مرد پر انحصار کرنا شروع کر دیتی ہے اتنا ہی زیادہ
وحشی جماعتوں میں خاندانی رشتہ زیادہ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔

رشتہ چاہے عورت سے چلے چاہے مرد سے وحشی گروہوں میں دونوں صورتوں
میں ایک خاندان کے لوگ عموماً آپس میں محرم سمجھے جاتے ہیں۔ بہنوں کو بیوی بنا
کا رواج اگرچہ معدوم نہیں ہوتا لیکن اس قدر شاذ ہوتا ہے کہ اس کا شمار مستثنیات میں
کیا جاتا ہے۔ یہ جذبہ انسانوں کو ایک حد تک اپنے حیوانی آبا و اجداد سے ترکہ میں ملا
ہے اور اسے انسان کی جبلی خواہش سمجھنا چاہیے جس کے لئے شعوری طور پر ممانعت کا
سلسلہ بہت بعد میں شروع ہوتا ہے۔

غرضکہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عارضی یک زوجگی یا کچھ عرصہ کے لئے جوڑا بنانے والی شادی کو انسانوں کی خاندانی زندگی کی نہایت ابتدائی شکل سمجھنا چاہیے اور ان خاندانوں کے مجموعہ کو گروہ کے نام سے موسوم کرنا چاہیے۔

زیادہ تر اس طرز کی شادی جب کئی گروہ غذا کی کثرت یا مشترکہ خطرہ کے خوف یا کسی اور دوسرے سبب سے باہم قریب آتے ہیں تو ان کے ابتدائی خاندانوں میں مندرجہ ذیل دو طریقوں میں سے کسی ایک کے مطابق تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے زیر اثر خاندان کے جو تعلقات گروہ سے ہوتے ہیں وہ بھی اسی اعتبار سے بدل جاتے ہیں۔

جوڑا بنانے والے خاندانوں میں جن کا مخصوص کردار شپ اختلاط پیدا ہوتا ہے مرد اور عورت کے تعلقات میں بڑی حد تک مساوات پائی جاتی ہے اور وحشت کی زندگی میں یہ بات صرف اسی وقت ممکن ہوتی ہے جب مرد اپنی عورت کا انتخاب اپنے گروہ تک محدود رکھتا ہے۔ جب خاندان مختلف گروہوں کے مرد اور عورت کے اختلاط سے پیدا ہونے لگتے ہیں تو ان میں یہ تو بیوی کی یا شوہر کی حیثیت ماتحتوں جیسی ہو جاتی ہے۔ اگر گروہوں میں دوستانہ تعلقات پائے جاتے ہیں تو مرد اکثر اپنا گروہ چھوڑ کر بیوی کے گروہ کے لوگوں میں جا ملتے ہیں۔ وہاں اگر انھیں اپنی پسند کی کوئی عورت مل جاتی ہے تو وہ اس کے ساتھ اس کے رشتہ داروں کے درمیان رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان حالات میں بیوی اور بچوں پر ان کا کوئی اقتدار نہیں ہوتا کیونکہ بیوی اور ماں ہمیشہ اپنے رشتہ داروں سے

مرد کی طالب ہو سکتی ہے اور وہ اس کی طرفداری کرتے رہتے ہیں۔ شوہر کو بیوی کی مرضی کا پابند بن کر رہنا پڑتا ہے۔ اس قسم کی شادی کو علم الانسان کے ماہر "بینا" طرز کی شادی BEENA MARRIAGE کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ نام سیلون والوں کا ایجاد کیا ہوا ہے جہاں اس قسم کی شادی کی بہت کثرت ہے۔ بینا طرز کی شادی میں بیوی اور بچوں کا مالک بیوی کا گروہ ہوتا ہے۔ اگر شوہر اپنے لوگوں میں واپس جانا چاہتا ہے تو وہ اپنے خاندان اور جائیداد کو چھوڑ کر جا سکتا ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ زور اور زبردستی سے انھیں بھی اپنے ساتھ نکال لے جائے۔ اس قسم کی شادیوں کا مشاہدہ نفنشٹیر کی جماعت نے ۱۹۰۳ء میں گرین لینڈ میں کیا تھا۔ شمالی گرین لینڈ کے باشندوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے خاندان کے لوگوں کو ایک بستی میں چھوڑ جاتا ہے اور دوسری بستی میں جاکر نئی شادی کر لیتا ہے۔ کچھ سال بعد وہ اپنے سابقہ گھر کو واپس جانے کا فیصلہ کرتا ہے اور اس نئے خاندان کو چھوڑ دیتا ہے اور جس گروہ میں پہلے رہتا تھا وہاں پہنچ کر عموماً اپنے سابقہ بیوی بچوں سے دوبارہ مل جاتا ہے۔

عورت کو گرفتار کرکے شادی کرنا

اس کے برعکس اگر گروہوں میں دشمنی ہو تو عورتوں کے چرانے کی وجہ سے اکثر جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور عورتوں کو گرفتار کرکے شادی کرنے کا رواج بہت عام ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں عورت اپنے گرفتار کرنے والے کے رحم و کرم پر ہوتی ہے۔ وہ اُسے اپنا مال سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ سختی کا سلوک کرتا ہے لیکن اس سے

یہ لازم نہیں تھا کہ عورت کے بچوں کا دعویدار بھی شوہر ہی ہو جاتا ہو یا ان کا سلسلۂ نسب شوہر کے نام سے چلنے لگتا ہو۔ دنیا کے اکثر حصوں میں جہاں گرفتاری کی شادی کا رواج ہے عورت اور مرد کا تعلق محض عارضی ہوتا ہے۔ نتیجہ عام طور پر طلاق کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے [illegible] کی صورت میں یہ تو یہ ہو سکتا ہے جیسا تسمانیا کے رہنے والوں میں رواج ہے کہ گرفتار کرنے والے شخص کے گروہ کے لوگ اس کی عورت اور بچوں کو گروہ کا مال سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیں یا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی ماں کے گروہ میں واپس چلے جائیں جیسا کہ [illegible] کے [illegible] (CARBS) [illegible] میں رواج پایا جاتا ہے

جب زمانہ ترقی کرتا ہے اور عورت کو گرفتار کر کے شادی کرنے کا رواج عام ہو جاتا ہے تو خاندان کی تحقیق کر کے [illegible] بھی ایک دوسرے کے لیے محرم بن جاتے ہیں اور جب خاندان یا گروہ میں محرم کا رشتہ عام طور پر رائج ہو جاتا ہے تو خاندان کے بزرگ میں منتقل ہونے اور بعض صورتوں میں کل گروہ کے جزو بن جانے کے سے حالات سازگار [illegible] ہیں

اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی [illegible] متحدہ خاندان کے سگے بھائی اور بہنوں کی صورت ہوتی ہے تو کوئی رشتہ [illegible] معاشی و جنسی خواہش کے لیے متحد ہو جاتے ہیں اور غذا حاصل کرنے اور دوسرے گروہوں کے حملوں سے مدافعت کرنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ یہ قدرتی

بات ہے کہ ابتدائی جماعتوں میں بھائی اور بہن کے رشتہ کو بہت مقدس سمجھا جاتا ہے لیکن چونکہ نہایت ابتدائی زمانہ سے اخراج اور متبنیٰ کرنے کا رواج بھی شروع ہو جاتا ہے اس لئے بھائی بہن کے اس قدرتی رشتہ کے ساتھ ساتھ ایک نیم مصنوعی برادری بھی بننا شروع ہو جاتی ہے متبنیٰ کرنے کا رواج جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے ایک مرغی دوسری مرغی کے بچوں کو بنا متبنیٰ کر لیتی ہے یتیم بندر کو دوسرے بندر جن میں نر اور مادہ دونوں شامل ہوتے ہیں اپنا متبنیٰ کر لیتے ہیں۔

جب انسانوں کا تمدن مظاہر پرستی کی منزل ANIMISTIC STAGE پر پہنچ جاتا ہے تو انسان یہ اعتقاد رکھنے لگتا ہے کہ اس کی رشتہ داری فوق الفطرت ہستیوں سے ہے اور اس بنا پر بھائی اور بہن کے رشتہ کو خواہ وہ قدرتی ہو یا مصنوعی ایک مخصوص تقدس حاصل ہو جاتا ہے ہر فرد یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میرے اور میرے ٹوٹم کے درمیان جو رشتہ ہے وہ اتنا ہی حقیقی اور تقدس آمیز ہے جو میرے اور انسان بھائی کے درمیان ہے چنانچہ جب کبھی وہ اس کے انسانی رشتوں پر غور کرتا ہے وہ سوچتا ہے کہ میرا رشتہ چونکہ میرے بھائی اور بہن سے ہے اس لئے ان کے دوسرے ٹوٹم سے بھی میرا رشتہ ہے ان خیالات کے زیر اثر ایک گھر کے لوگ سب کے سب خواہ فوق الفطرت ہوں یا [illegible] سمجھ کر اپنے انفرادی ٹوٹموں کے ساتھ ساتھ ایک خاندانی ٹوٹم بھی رکھنے لگتے ہیں۔

ٹوٹم کو اختیار کرنے کا اثر خاندان کے کل اعمال و افعال پر پڑتا ہے متبنیٰ ابھی ٹوٹم کی

نسان اپنے جسم پر گُندوانا پڑتا ہے۔ اگر ٹوٹمی حلقہ محرم اور غیر محرم کے فرق کو تسلیم کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی ٹوٹم کی ناراضگی کا موجب ہو جاتی ہے اور محرموں سے جنسی تعلق کو جسے ابتدا میں غیر قدرتی سمجھا جاتا تھا اب گناہ سمجھا جانے لگتا ہے۔

اس ٹوٹم پرستی کی وجہ سے اور دوسرے اہم نتائج بھی پیدا ہوتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک خاندان کے حلقے کے افراد ایسے اجنبیوں سے ملتے ہیں جن کے جسم پر اتفاقی طور پر ان کے خاندان کے ٹوٹم کا نشان موجود ہوتا ہے وحشیوں کے نزدیک ایسے اجنبی ان کے ٹوٹمی بھائی بہن بن جاتے ہیں اور خاندان کے تمام قاعدے ان پر بھی منطبق کئے جانے لگتے ہیں وہ خاندان کی حفاظت اور پناہ کے مستحق ہو جاتے ہیں اور ان کا شمار بھی محرموں میں کیا جانے لگتا ہے

اس طرح قدرتی بھائی اور بہن کے رشتہ میں وسعت پیدا ہونے لگتی ہے اور یہ رشتہ روز بروز زیادہ مصنوعی شکل اختیار کرنے لگتا ہے۔ آنے والی ایک نسل تک صرف رحمی اور حقیقی بھائی بہنوں کا ایک ٹوٹمی دیوتا یا دیوی ہوتی۔ لیکن آخر میں وہ وقت بھی آتا ہے جب ماں اور بہن کے رشتہ داروں کے زیر اثر اور اس استدلال سے کام لیتے ہوئے کہ وہ سب ماں کی ٹوٹمی دیوی یا دیوتا کی اولاد ہیں بھائیوں اور بہنوں کا حلقہ اپنے لئے کوئی نیا ٹوٹم اختیار نہیں کرتا بلکہ ان کے ٹوٹم پرستی قائم رہنا شروع کر دیتا ہے اور اس کے بعد سے ٹوٹمی حلقہ پیدائش کے قدرتی عمل کی وجہ سے وسیع ہونے لگتا ہے اور اس میں نئی خصوصیات پیدا ہونے لگتی ہیں

چنانچہ دوسری نسل میں اس میں صرف بھائی اور بہن ہی شامل نہیں رہتے بلکہ مائیں بیٹیاں بیٹے ماموں خالہ بھانجے بھانجیاں، ماموں زاد بھائی خالہ زاد بھائی سب شامل ہونے لگتے ہیں پھر اس کے علاوہ چونکہ رشتہ داری صرف ماں کی طرف سے چلتی ہے باپ کی طرف سے نہیں چلتی اس لئے اس حلقہ میں صرف لڑکیوں کی اولاد ہی شامل ہوسکتی ہے۔ لڑکوں کی اولاد کو اس میں سے یہ سمجھ کر خارج کر دیا جاتا ہے کہ ان کا تعلق ان کی ماں کے رشتہ داروں سے ہے خالت اور خارجی زوجگی کے ان قاعدوں کو جنھیں ابتدا میں ٹوٹم پرستی کے ذریعہ برادری کے صرف منہ بولے ارکان تک پھیلا یا گیا تھا۔ اب ایک زیادہ وسیع لیکن زیادہ مصنوعی تنظیم پر پھیلا دیا جاتا ہے جب یہ ہوجاتا ہے تو قریبی رشتہ داروں کا گروہ ترقی کرکے "جرگہ" کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔

اس ٹوٹمی جرگہ کے پیدا ہونے سے "گروہ" کی ساخت میں بھی بنیادی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے ہر گروہ میں یا تو کئی جرگوں کے اجزا شامل ہوجاتے ہیں یا اس میں ایک ہی جرگہ کے افراد زیادہ تر شامل ہوتے ہیں۔

کئی جرگوں کے افراد ایک گروہ میں اس طرح شامل ہوجاتے ہیں کہ ایک گروہ کے افراد دوسرے گروہ میں ہجرت کرکے جاتے آتے رہتے ہیں پھر [illegible] شادیاں بھی ہوتی رہتی ہیں اور بیویوں کو چرانے کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اس لئے ایک ہی ٹوٹم رکھنے والے رشتہ دار تمام پڑوس کے گروہوں میں پھیل جاتے ہیں چنانچہ آسٹریلیا میں اس کی مثالیں ملتی ہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک گروہ کی رکنیت صرف ایک جرگہ تک ہی محدود رہے یہ ہم

دیکھ چکے ہیں کہ جب نسل کا سلسلہ ماں کی طرف سے چلتا ہے اور شوہر جیسا کہ مناطرز کی شادیوں میں عام رواج ہے عورت کے گھر پر ہی رہنا شروع کر دیتا ہے تو اس صورت میں جرگہ اور گروہ میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ لیکن مشکل اس وقت پیدا ہوتی ہے جب نسل کا سلسلہ تو ماں کی طرف سے ہی چلتا ہے لیکن عورت سے شادی اسے گرفتار کرکے یا خرید کرکے کی جاتی ہے اور اُسے شوہر کے گھر جانا پڑتا ہے۔

اگر ایک بات فرض کرلی جائے تو یہ دشواری بھی رفع ہو جاتی ہے یعنی گرفتار شدہ بیوی کو بہن سے کم درجہ کا سمجھا جائے اور بہن کو گھر کا منتظم فرض کیا جائے۔ شادیوں اور طلاق کی کثرت کی وجہ سے یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ بہنیں اپنے بھائیوں کے پاس چھوٹے بچے لے کر واپس آجاتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچے چند سالوں تک اپنے باپ کے گھر رہیں لیکن آخر میں اپنی خالاؤں اور ماموؤں کے پاس واپس آجائیں اس طرح ماں کا گروہ جو بیویوں کے چرانے کے رواج کی وجہ سے ختم ہو سکتا تھا بھائیوں کے پاس ان کے واپس آنے کی وجہ سے اس میں تجدید کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ اموی گروہ برابر باقی رہتا ہے۔

اموی قبیلہ | جب اس طرح کے یا اس سے مشابہ طریقوں کا رواج ہوتا ہے تو پاس پڑوس کے کئی گروہ اموی جرگوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور پھر یہ جرگے جن میں خارجی ازدواج کا رواج پایا جاتا ہے اموی قبیلہ میں متحد ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں

اموی قبیلے عموماً خارجی حالات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہیں دشمنوں کے دباؤ

کی وجہ سے قریبی اور مستقل اتحاد کا رشتہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہیں طبعی مجبوریاں ہوتی ہیں مثلاً سیلاب، آتش زدگی، خشک سالی سردی سے بچنے کے لئے پناہ کی جگہ تلاش کرنا، غذا کی رسد میں تبدیلیاں وغیرہ جن کی وجہ سے لوگوں کو یکجا ہونا پڑتا ہے لیکن جن جگہوں میں نخت کے ابتدائی طریقوں سے غذا کو کافی مقدار میں حاصل کرنے کا امکان پایا جاتا ہے۔ وہاں محض لطف صحبت اور ہم سائگی کے جذبہ کو پورا کرنے کے لئے گروہ متحد ہو کر قبیلہ بن جاتے ہیں اس اتحاد کے معنی صرف یہی نہیں ہوتے کہ مختلف گروہوں کے افراد میں انفرادی طور پر میل جول پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ یہ چیز تو پہلے سے موجود ہوتی ہی ہے بلکہ گروہوں میں بحیثیت گروہ کے ربط و تعلق شروع ہو جاتا ہے۔

گروہوں کے مجموعہ کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ غیر معمولی خارجی دباؤ کی وجہ سے بہت جلد قبیلہ میں منتقل ہو جائے لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے۔ عموماً میل ملاپ کا سلسلہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے تا آہستہ آہستہ کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ گروہوں کی خودمختاری کب ختم ہوئی اور قبیلہ کا اتحاد کب مکمل ہو گیا۔

قبائلی جماعتیں عموماً ہم نسلی کے رشتۂ اتحاد کی بناء پر وجود میں آتی ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی نسل سے تعلق رکھنے والے گروہ کئی نسلوں تک جدا رہنے کے بعد ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی ہو جائیں اور ان کا شجرۂ نسب یک ہی مورث اعلیٰ تک ملانا ناممکن ہو جائے لیکن ان کی نسل کے ایک ہونے کا پتہ تمدن کی یکسانیت اور زبان کی مشابہت سے لگایا جاسکتا ہے۔

جب موی قبیلہ اور اس کے بعد امومی قوم (Folk) اور اسی طرح ابوی قبیلہ اور ابوی قوم اور زیادہ ترقی کرتی ہیں تو ان کے اجتماع کی خصوصیت محض نسلی اشتراک ہی نہیں رہتی بلکہ اس میں دوسرے عناصر کی ترقیاں بھی شامل ہونے لگتی ہیں اور باہمی خدمت کے رشتہ کا احساس بھی ترقی کرنا شروع کر دیتا ہے۔

گھریلو کارخانے: بحث کی اس منزل پر پہنچنے کے بعد ہمارے لئے اپنے اصلی مقصد یعنی ابتدائی انسانوں کی معاشی تنظیم کی طرف رجوع کرنا سہل ہو جاتا ہے۔ معاشی تنظیم میں لوگ باہمی خدمت کے رشتہ سے منسلک ہو جاتے ہیں ابتداء میں نسلی رشتہ اور باہمی خدمت کے رشتہ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ معاشی جماعت بندی کو نسلی جماعت بندی سے علیحدہ کر کے دیکھنا ممکن نہیں تھا مثلاً گھریلو کارخانے اور خاندان دو جداگانہ چیزیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ ایک ہی سکے کے دو مختلف نام تھے جب خاندان کی تنظیم کو معاشی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جاتا تھا تو اس کی شکل گھریلو کارخانے جیسی نظر آنے لگتی تھی۔ البتہ ایک ذرا سا فرق ضرور تھا یعنی گھریلو کارخانے میں رشتہ داروں کے علاوہ بھی کچھ لوگوں کو متبنّیٰ کر کے شریک کیا جا سکتا تھا اسی طرح جرگہ اور گھریلو کارخانہ میں جو تعلق تھا وہ بھی خونی رشتہ کی بنا پر پیدا ہوتا تھا اگرچہ جرگہ کو بھی بعض وسیع تر گھریلو کارخانے کے نام سے موسوم کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض اعتبارات سے یہ گھریلو کارخانہ سے زیادہ وسیع اور بعض اعتبارات سے زیادہ محدود ہوتا تھا قبیلہ کے اندر شامل ہونے کے بعد ابتدائی جتھے بندی کی دونوں شکلیں یعنی خاندان

جیسے نسلی جتھے بندی کا قاعدہ سمجھنا چاہیے۔ گھریلو کارخانے مقصدی یا خدمتی جماعت بندی کی ابتدائی ترتیب شکل سمجھنا چاہیے۔ دونوں روز بروز زیادہ متعین اور زیادہ مربوط ہونا شروع کر دیتے ہیں گھریلو کارخانے کو معاشی اعتبار سے جتنی کامیابی ہوتی ہے اسی کے مطابق خاندان میں یک زوجگی، چند شوہری یا کثیر الازدواجی کا رواج ترقی پاتا رہتا تھا۔ یک زوجگی کو چند شوہری اور کثیر الازدواجی کی درمیانی صورت سمجھنا چاہیے۔ اس سے ترقی پا کر کبھی چند شوہری پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی کثیر الازدواجی۔ جب غربت اور افلاس کا دور دورہ ہوتا ہے تو بچوں کو مارنے اور ایک عورت کے کئی شوہر ہونے کا رواج ترقی پا جاتا ہے مثلاً تبت میں جہاں چند شوہری کا رواج عام ہے صرف تنگدست سکونت پذیر آبادی میں ہی ایک عورت کے کئی کئی خاوند ہوتے ہیں ورنہ نسبتاً خوشحال خانہ بدوشوں میں عام طور پر یک زوجگی کا رواج پایا جاتا ہے۔ مرفہ الحالی سے کثیر الازدواجی پیدا ہوتی ہے جو قبیلے ایسے علاقوں میں رہتے ہیں جہاں فطرت غذا کی کثیر مقدار سہولت کے ساتھ مہیا کرتی رہتی ہے مثلاً وسطی افریقہ اور پالینیشیا میں وہاں لوگ بلا استثنا کثیر الازدواجی پر عمل پیرا ہوتے ہیں امریکہ کے ریڈ انڈین قبائل میں کثیر الازدواجی کم از کم چالیس قبیلوں میں رائج ہے۔

گھریلو کارخانے کی تنظیم | معاشی مشاغل کی تنظیم گھریلو کارخانے کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ اموی قبیلوں میں گھریلو کارخانہ عموماً ایک عورت کی نگرانی میں ہوتا ہے جس کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں شمالی امریکہ کے دیسیوں کے بعض قبیلے ایسے تھے

جن میں گھریلو کارخانہ صرف عورت شوہر اور بچوں پر مشتمل ہوتا تھا اور یہ لوگ کھال کے خیمہ یا چھال کے جھونپڑے wigwam میں تن تنہا رہا کرتے تھے لیکن دوسرے قبیلے ایسے بھی تھے جن میں گھریلو کارخانے میں بیس پچیس خاندان شامل ہوتے تھے ان کے رہنے کی جگہ مشترک ہوتی تھی جسے ارو قوئی [illegible] قبیلہ میں لانبے مکان کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس لانبے مکان کے بیچوں بیچ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک راستہ ہوتا تھا جس کے دونوں طرف ہر خاندان کے لئے جدا جدا گھروندے بنا دئے جاتے تھے۔ بیچ کی کھلی جگہ میں زمین پر چولھوں کی ایک قطار بنا دی جاتی تھی ہر چولھا دو یا چار خاندانوں کے لئے ہوتا تھا۔ زندگی کی ضرورت کی سب چیزیں ایک مشترک ذخیرہ سے سب گھر والوں کو تقسیم کی جاتی تھیں۔ گھریلو کارخانہ کے رکن شکار یا ماہی گیری کی مہمات سے جو غذا فراہم کرکے لاتے تھے یا زمین کی کاشت سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ سب مشترک ذخیرہ میں شامل کر دیا جاتا تھا اس اشتمالی گھریلو کارخانے کی صدر ایک بڑی اماں ہوا کرتی تھیں جو پوری خانگی معیشت کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں یہی بڑی اماں محنت کرنے والوں کی تنظیم اور نگرانی بھی کیا کرتی تھیں ان کا سب سے پہلا کام تو یہ دیکھنا ہوتا تھا کہ مختلف گھریلو کارخانوں کو جو زمینیں سپرد کی گئی ہیں ان کو عورتیں [illegible] ٹھیک طریقہ پر جوت بو رہی ہیں یا نہیں میجر پاول نے ویان ڈوٹس کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ گھریلو کارخانہ کی مکھیا عورت اپنے قطعہ زمین کی کاشت کی ذمہ دار

ہوتی ہے اور جب اس فرض کی طرف سے غفلت کی جاتی ہے تو اموی جرگہ کی پنچایت فریق متعلقہ سے جواب طلب کرتی ہے۔ بڑی اماں کا دوسرا کام یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ مرد [illegible] مچھلی اور شکار ٹھیک طرح پر مہیا کر رہے ہیں یا نہیں اور عام طور پر اسے اپنے احکام کی تعمیل کرانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی "جو بدنصیب شوہر یا عاشق ایسا نکمّا ہوتا تھا کہ وہ اپنے حصہ کی رسد مہیا نہ کر پاتا تھا تو اس پر ایک آفت نازل ہو جاتی تھی۔ چاہے اس کی کتنی ہی اولاد اور سامان کیوں نہ ہو، اُسے فوراً حکم دے دیا جاتا ہے کہ اپنا بدھنا بسترا سنبھال کر رفو چکر ہو جاؤ۔" آخر میں بڑی اماں کا یہ فرض ہوتا تھا کہ وہ مشترکہ ذخائر کی تقسیم کی دیکھ بھال کرے۔ جب مختلف چولھوں پر دن کا کھانا جو صرف ایک وقت ہی پکایا جاتا تھا تیار کر لیا جاتا تھا تو بڑی اماں کو بلایا جاتا تھا اور اس کا یہ کام ہوتا تھا کہ دیگچی میں سے کھانے کو مختلف خاندانوں میں ان کی مختلف ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے تقسیم کرے۔[1]

جن انتظامات کا بیان تذکرہ کیا گیا ہے وہ وہ ہیں جو خوب منظم قبیلوں میں مثلاً سینیکوں Senecas اور ویان ڈوٹس Wyandotes میں رائج تھے۔ لیکن یہی طریقے تفصیلات میں خفیف ترمیموں کے ساتھ نہایت چھوٹے قبیلوں کو اگر نظر انداز کر دیا

Morgan: Houses and house life of the American Aborigines. p. 64-65.

جنوب دریائے کولمبیا سے لیکر جنوب میں خلیج میکسیکو تک امریکہ کے دیسیوں کے سب قبیلوں میں رائج تھے اور دنیا کے تمام اموی قبیلوں میں تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ گھریلو معیشت کا یہی نظام ہر جگہ قائم تھا۔

گھریلو خاندان میں مندرجہ بالا خاندانی اور معاشی روایات کے ساتھ ساتھ فنی روایات بھی ترقی کرتی رہتی تھیں۔ چنانچہ ہر گھریلو خاندان کسی ایک خاص ہنر یا پیشہ میں شہرت حاصل کر لیتا تھا۔ زونی Zuni کی معاشرتی زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مصنف نے لکھا ہے کہ "ہر خاندان اپنے مٹی کے برتن خود ہی بناتا ہے لیکن مختلف خاندان اپنی کاریگری کے فرق کی وجہ سے بعض چیزوں کے بنانے میں خاص شہرت حاصل کر لیتے ہیں۔" ایک خاندان نے نہایت نفیس اولاس (ollas) کے بنانے میں شہرت حاصل کر لی ہے دوسرے نے چھوٹے برتن بنانے میں، تیسرے نے جانوروں کی شکلیں بنانے میں اور ایک عورت بہت عمدہ کھلونے بنانے میں مشہور تھی۔" مہارت خصوصی پیدا کرنے میں مختلف چیزوں کا اثر پڑتا ہے۔ جسم کی طاقت اور قوت، ذہن کی وسعت فہم کی تیزی اور ذوق کی نفاست سب اپنا اپنا اثر ڈالتی ہیں اور اس مہارت خصوصی کے پیدا ہو جانے سے ہی آخر تقسیم عمل اور مختلف پیشوں کا ارتقا وجود میں آتا ہے۔

جرگوں کے معاشی فرائض اموی قبیلے کے اندر جو گھریلو کارخانے ہوتے ہیں ان پر جرگے ایک عام نگرانی کرتے رہتے ہیں حقوق اور فرائض کو پورا کرانا جرگوں کا ہی کام ہوتا ہے۔

شادی کے قواعد وضوابط اور متبنیٰ کرنے کے طریقوں کی تعبیر اور تفسیر کرنا بھی جرگوں کے ہی سپرد ہوتا ہے اور وہ خاندانوں کو مجبور کر سکتے ہیں کہ مقررہ قاعدوں کی پیروی کریں جرگہ کو بہت سی چیزوں پر مشترکہ حق ملکیت بھی حاصل ہوتا ہے۔ قبیلہ کی زمین کو ابتداً جرگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور پھر جرگے مختلف گھریلو کارخانوں کو کاشت کے لئے اسے تقسیم کرتے ہیں۔

ہر گھریلو کارخانہ کے قطعۂ آراضی کی کاشت مشترک ہوتی ہے اور ان کی باہمی امداد کی شکل وہی ہوتی ہے جسے نیو انگلینڈ اور دوسری جگہوں میں The Bee کے نام سے موسوم کرتے ہیں یعنی "شہد کی مکھیوں کی طرح سے کام کرنا" نیو انگلینڈ میں ابتدائی زمانہ میں جب کسی کسان کو کوئی اہم کام کرنا ہوتا تھا تو اس کی بیوی کھانے کی بہت سی چیزیں نہایت افراط کے ساتھ پکا دیتی تھی اور وہ خود گنے یا سیب کی شراب فیاضی کے ساتھ مہیا کر لیتا تھا۔ پھر وہ اپنے پڑوسیوں کو مدد کے لئے بلایا کرتا تھا اور اس دعوت اور شراب نوشی کے درمیان میں کام پورا کیا جایا کرتا تھا۔

انسانوں میں بڑے پیمانہ پر اشتراک عمل کی یہی نہایت ابتدائی شکل تھی۔ یہی وہ صورت تھی جس کے ذریعہ امریکہ کے دیسی اپنے تمام بڑے بڑے کاموں کو پورا کیا کرتے تھے۔ گھر کی مائیں اپنے بھائیوں یا بیٹوں کو تو جنگل میں شکار کرنے یا دریا میں مچھلی پکڑنے کے لئے بھیج دیتی تھیں اور جرگہ کی تمام تندرست عورتوں کو اپنی مفوضہ زمین کے بونے اور کاٹنے میں مدد دینے کے لئے بلایا کرتی تھیں۔ جب کام ختم ہو جاتا تھا تو ایک بڑی

ضیافت منعقد کی جایا کرتی تھی۔ اسی طرح مرد بھی شہد کی مکھیوں کی طرح کام کر کے بڑے بڑے ڈھنگے بناتے تھے۔ مکانوں کے لئے بھاری سامان حاصل کرتے تھے قبیلہ کی پنچایت کے لیے چوپال تعمیر کرتے تھے اور گاؤں کے گرد حصار بندی کرتے تھے۔ مکان کی تعمیر میں عورتیں اور مرد مل کر کام کرتے تھے مرد ابتدا کے بھاری کاموں کو کرتے تھے اور ہلکے جزئی کاموں کو عورتوں کے مکمل کرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور تمام ایسے کاموں کی نگرانی جس میں ایک گھریلو کارخانے کے لوگوں کے علاوہ دوسرے گھریلو کارخانوں کے لوگ بھی شامل ہوا کرتے تھے جرگہ کی طرف سے کی جاتی تھی۔

تجارت کے ذریعہ جو بالواسطہ امداد باہمی پیدا ہوتی ہے اس کی نگرانی کا کام بھی جرگہ کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ تجارت کی ابتدا جنگ اور فساد سے ہوتی ہے قبیلوں کی تنظیم کے پیدا ہونے سے پہلے ہتھیاروں، کھانے کی چیزوں اور مفید اوزاروں کو اکثر ایک دوسرے سے زبردستی چھینا جایا کرتا تھا اس کی وجہ سے مختلف گروہ دوسری دور کی جگہوں کی پیداوار سے واقف ہو جاتے تھے اور مبادلہ کے فوائد کا احساس ان کے ذہن میں پیدا ہونے لگتا تھا۔ پر امن مبادلہ کی طرف پہلا قدم اس وقت اٹھایا گیا جب تحفے دئے اور لئے جانے لگے تحفے دینے لینے کی ابتدا بھی جنگ اور دشمنی سے ہی ہوئی جو گروہ یا قبیلے اپنے مخالف پڑوسی کی طاقت سے ڈرتے تھے اور اس سے لڑنے سے ہچکچاتے تھے وہ اسے خوش کرنے کے لئے ان چیزوں کے تحفے بھیج دیتے تھے جنھیں دشمن کامیابی کی صورت میں ان سے زبردستی

چھین کر لیتا تھا۔ اس قسم کی تالیف قلب کی کوششوں کے بعد ارتقا کی دوسری منزل یہ ہوتی تھی
کہ مبادلہ کو مبادلہ کے لئے اختیار کر لیا جاتا تھا لیکن اس میں بھی عرصہ تک تحفہ دینے اور لینے
کے فریب کو قائم رکھا جاتا تھا۔ ایسی چیزیں جنھیں ایک جماعت اپنے سے جدا کرنے کے لئے
آمادہ ہوتی تھی اپنے علاقہ کی سرحد کے ایک مقام پر لے جاکر اس توقع کے ساتھ رکھ دی
جایا کرتی تھیں کہ دوسری جماعت کے لوگ ان کو اٹھا کر لے جائیں گے اور ان کی جگہ دوسری
چیزوں کو رکھ جائیں گے اگر اس سودے کو کچھ اہم سمجھا جاتا تھا تو اشیاء کے ساتھ سفیر بھی روانہ
کئے جاتے تھے۔ ان کے پہنچنے کے بعد سودے کی جو بات چیت شروع کی جاتی تھی اسے ایک پوشیدہ
جنگ سمجھنا چاہیئے جو فریق زیادہ طاقتور ہوتا تھا اس کے نمائندے فائدے میں رہتے تھے۔
ان کے مبادلہ جنس بہ جنس کو کچھ تو تجارت کہا جاسکتا ہے اور کچھ لوٹ اور غارتگری اسی طرح
کمزور فرقہ کے مبادلہ جنس بہ جنس کو کچھ تو تجارت کہا جاسکتا ہے اور کچھ خراج۔

قبیلوں میں منتقل ہونے سے پہلے جرگوں کے درمیان تجارت کے یہ طریقے اکثر رائج
رہے۔ آج بھی سادے گروہوں میں تجارت کی یہی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ قبیلوں
کے بننے کے بعد ایک ہی قبیلہ کے جرگوں میں اس قسم کی تجارت کا سلسلہ مستقل طور پر
جاری ہو جاتا تھا جب اس طرح مبادلہ جنس بہ جنس کی عادت پڑ جاتی تھی تو پھر گھریلو کارخانوں
اور افراد کے درمیان بھی تجارت کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا چنانچہ اموی قبیلوں میں انفرادی
تجارت ہر جگہ موجود ہوتی ہے اور تجارتی معاملات کی نگرانی کا کام جرگہ کو ہی انجام دینا

پڑتا ہے۔

اوپر کے بیان سے جرگے جن کا ہمیں علم حاصل ہوا وہ یہ ہیں، شادی اور متبنٰی کرنے کے قواعد اور ضوابط کی پابندی کرانا زمین کو کاشت کے لئے تقسیم کرنا اور جماعتی صنعت و تجارت کی نگرانی کرنا لیکن اس کے علاوہ جرگہ اپنے اقتدار سے جھگڑوں اور فسادوں کو طے کرانے کا کام بھی لیتا ہے۔ جرگے کے اندر وہ کسی شخص کو نجی انتقام لینے کی اجازت نہیں دیتا لیکن دوسرے جرگے کے لوگوں سے انتقام لینے کی اکثر حوصلہ افزائی کرتا ہے مگر بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو جرگوں میں فساد کے فیصلہ کی شرائط دوستانہ طریقہ پر بھی طے ہو جاتی ہیں۔

پھر جہاں مذہبی اور تفریحی برادریاں (Phratries) علیحدہ نہیں ہوتیں وہاں مشترکہ تفریحوں اور مذہبی تقریبوں کی نگرانی بھی جرگوں کے ہی سپرد کردی جاتی ہے جرگوں کے مندرجہ بالا تمام فرائض کی بنا پر جرگوں کے اندر قانون اور عدالت کی کچھ ایسی روایات پیدا ہو جاتی ہیں جو آہستہ آہستہ بہت نمایاں، ممتاز اور اہم شکل اختیار کرلیتی ہیں۔ ان روایتوں کی تعبیر و تفسیر کا کام ساچیم Sachems یعنی پنچوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے جن کا انتخاب عموماً معمر یا عقلمند ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے رفتہ رفتہ ان ساچیموں سے قانون دانوں کا ایک مستقل طبقہ پیدا ہو جاتا ہے

برادریاں) اموی جرگوں کے ارتقاء میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک جرگہ بہت بڑا

اور بے ہنگم ہو جاتا ہے اور بعد میں اُسے ماتحت جرگوں میں تقسیم کرنا ضروری ہو جاتا ہے
یہ ماتحت جرگے جلد ہی خود مختار بن جاتے ہیں لیکن چونکہ کچھ وابستگیاں خود مختار ہونے
کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اس لئے ان کو برادر جرگوں کے نام سے موسوم کیا جانے لگتا
ہے اور ایسے برادر جرگے اپنے آپ کو ایک برادری Phratry میں منسلک کر لیتے
ہیں۔ یہ برادری اصلی جرگہ کے ان تمام مفادوں کی نمائندگی کرتی رہتی ہے جو نئے
جرگوں کے بننے کے بعد بھی مشترک ہی رکھے جاتے ہیں کچھ عرصہ تک ایک برادری کے افراد
میں باوجود اس کے کہ ان کے جرگے خود مختار ہو جاتے ہیں شادی ممنوع رہتی ہے لیکن یہ
ممانعت آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہے برادری اپنی توجہ زیادہ تر مذہبی اور معاشرتی
مقاصد تک محدود رکھتی ہے صرف نہایت اہم معاملات میں قانونی مداخلت کے اعلیٰ فرائض
اس کے سپرد کئے جاتے ہیں۔

جب ایک قبیلہ کی دو یا دو سے زیادہ برادریاں ہوتی ہیں تو وہ کھیلوں میں ایک
دوسرے کی حریف بن کر مقابلہ کرتی رہتی ہیں اور کھیلوں کے نتیجہ پر آپس میں بازیاں
لگائی جاتی ہیں سینیکا اور دوقوئی قبیلہ کی دو برادریوں میں ایک اسی قسم کی مثال دیکھی
گئی تھی گیند کا کھیل کھیلنے کے لئے ہر برادری میں سے چھ یا دس آدمیوں کی ایک ٹولی
بنائی جاتی تھی اور کھیل کے شروع ہونے سے پہلے مخالف برادریوں کے لوگ میدان میں
آمنے سامنے جمع ہو جاتے تھے جس چیز کی بازی لگائی جاتی تھی وہ محافظوں کے سپرد

کراں جاتی تھی، ور ہر کھیل جوش کے ساتھ کھیلا اور شوق کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔

جب کوئی قتل ہو جاتا تھا تو مقتول کے جرگے کے لوگ پنچایت کرتے تھے اور انتقام لینے کی تدبیریں سوچتے تھے۔ مجرم کا جرگہ بھی پنچایت کرتا تھا اور جرم کی معافی حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا اگر قاتل اور مقتول مختلف جرگوں کے ساتھ ساتھ مختلف برادریوں سے بھی تعلق رکھتے تھے تو مجرم کے جرگہ کے لوگ اپنے برادر جرگوں سے درخواست کر سکتے تھے کہ وہ ان کو معافی دلانے کی کوشش کریں اور اس صورت میں آخری گفتگو برادریوں کے درمیان ہوتی تھی۔

برادری چونکہ مذہبی روایتوں کی بھی حفاظت کرتی تھی اس لئے قبیلے کے ممتاز لوگوں کو دفن کرنے میں اس کا حصہ نہایت اہم ہوتا تھا۔ سینکا کے قبیلہ میں متوفی کی برادری والے یعنی (phrators) اس کے مرنے کا ماتم کیا کرتے تھے اور مخالف برادری کے لوگ مرنے کے مراسم کو پورا کرتے تھے برادری کے براہ راست سلسلہ سے ہی اور اسی کی اجازت اور حکم سے خفیہ مذہبی انجمنوں اور دواخانوں کو منظم دی جایا کرتی تھی اور برادری کے دوا دارو کرنے والے اشخاص ایک ممتاز مذہبی طبقہ بن جاتے تھے اموی قبیلہ اور یرک ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھریلو کارخانہ کی تنظیم کی نوعیت زیادہ تر معاشی ہوتی تھی جرگہ کی عدالتی اور برادری کی مذہبی۔ ان کے مقابلہ میں اموی قبیلہ کی تنظیم فوجی ہوتی تھی۔

لڑائی کے ابتدائی طریقوں میں چونکہ انفرادی بہادری اور کامیاب رہنمائی کو بہت اہمیت حاصل ہوا کرتی تھی اس لئے قبیلہ کی یہ فوجی تنظیم ان صفات کو ترقی دینے کے لئے بہت موزوں رہتی تھی امریکہ کے انڈین قبیلوں میں جب کوئی شخص اپنی بہادری کے کارناموں کو دکھلانا چاہتا تھا تو اپنے جرگہ کے لوگوں میں سے رضاکاروں کو دعوت دے کر لڑائی کی مہم کے لئے اکٹھا کر سکتا تھا اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی تجویز کا اعلان کرنے کے لئے ایک جنگی رقص منعقد کرتا تھا جو لوگ اس رقص میں شریک ہوتے تھے ان کے بارے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ لڑنے کے لئے راضی ہیں اور ان کا ایک فوجی دستہ بن جاتا تھا اور جب جوش انتہائی حالت پر ہوتا تھا اسی وقت یہ لوگ جنگ کے لئے روانہ ہو جاتے تھے اگر مہم کامیاب ہوتی تھی تو رہنما یہ امید قائم کر سکتا تھا کہ جرگہ کی جنگی سرداری کا اعزاز اس کو عطا کیا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح برادری میں خفیہ مذہبی انجمن کو ایک مقصدی جماعت کی حیثیت حاصل تھی اسی طرح جنگی جماعت کو بھی جرگہ کے اندر ایک مقصدی جماعت کی حیثیت حاصل تھی۔

پھر جرگوں کے جنگی سرداروں کے ملنے سے ایک اور دوسری مقصدی انجمن بنتی تھی جسے اموی قبیلہ کی جماعت عاملہ کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے بعض قبیلوں میں یہ جماعت عاملہ اپنا سردار اعظم بھی منتخب کیا کرتی تھی لیکن جماعت عاملہ کا جو عام مفہوم ہے اس کے لحاظ سے اس جماعت کو جماعت عاملہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسے جرگہ یا برادری کے

معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اس کا تعلق صرف ان معاملات سے ہوتا تھا جن کا تعلق دوسرے قبیلوں یا جنگ کی تدبیروں سے ہوتا تھا ان میں البتہ اس کا اقتدار آخری ہوتا تھا اس بنا پر اموی قبیلہ کی جماعت عاملہ میں جنگی روایات پیدا ہوجاتی تھیں۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اموی قبیلہ میں ابھی تک مقصدی جماعت بندی اور نسلی جماعت بندی میں مکمل تفریق پیدا نہیں ہوئی تھی مقصدی جماعت بندی خاصی منظم ہوگئی تھی لیکن پھر بھی وہ ابھی تک نسلی جماعت بندی کی پابند اور ایک ضمنی حیثیت رکھتی تھی گھریلو کارخانوں کے کھیا اور جرگہ کی پنچاینیں achems ذنسلی رشتہ کی بنا پر ہی بنائی جاتی تھیں دوسرے افسر بھی کسی نہ کسی تعلق سے اموی رشتے کے ساتھ ہی وابستہ ہوا کرتے تھے۔

اموی قوم قبیلہ کے جس نظام کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اسی سے ایک اور اس سے بڑا اجماع بھی پیدا ہوجایا کرتا تھا جسے اموی قوم (Folk ie Metonymy on Gnaila) کے نام سے موسوم کرسکتے ہیں اس کے پیدا ہونے کی یہ صورت ہوا کرتی تھی کہ آبادی کے بڑھ جانے کی وجہ سے بعض قبیلہ دو یا زائد حصوں میں منقسم ہوجاتے تھے۔ جب یہ صورت ہوتی تھی تو پرانے قبیلہ کے ہر جرگہ کے کچھ آدمی نئے قبیلہ میں پہنچ جاتے تھے اور نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ایک ہی جرگہ کے آدمی مختلف قبیلوں میں پھیل جاتے تھے یہ سب ایک ہی

نسل سے تعلق رکھتے تھے ایک ہی بنیادی زبان کی مختلف مقامی بولیاں بولتے تھے اور ایک ہی سلسلہ کی روایات سے وابستہ ہوتے تھے چنانچہ ان سب کی ایک اموی قوم بن جاتی تھی جسے اجتماعی ذہن کی ترقی کے بعد اور زیادہ پائیداری اور استحکام حاصل ہو جاتا تھا۔

اجتماعی حافظہ اور مشاہدہ کو تو ترقی معاشری ارتقا کی ابتدائی منزلوں میں ہی مل چکی ہوتی ہے اس کے بعد معاشری عقل اور شعور ذاتی بھی پیدا ہو جاتا ہے قبیلوں اور جرگوں کے تعلقات ارادی فکر و غور کا موضوع بن جاتے ہیں اب تک تو یکجہتی اور اتحاد اتفاقیہ طور پر ہوتا تھا یا دوسروں کی نقل کرنے یا عادت کی پیروی کرنے یا رہنمائی قبول کرنے کی وجہ سے ہوا کرتا تھا لیکن اس کے بعد عقلی فہم کے ذریعہ (جو تبادلِ خیال سے پیدا ہوتی ہے) مزید یکجہتی کے امکانات کو محسوس کیا جانے لگتا ہے چنانچہ متعدد قبیلوں کے نسلی اور لسانی اتحاد کے ساتھ جب شعوری نفسیاتی اتحاد کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے تو معاشری جماعت بندی نیز مقصدی جماعت بندی کی طرف ایک اور قدم اٹھایا جاسکتا ہے۔

اموی عہدیہ | اگر اموی قبیلوں کے ایسے مشترک دشمن ہوتے ہیں جن کا تعلق مختلف نسلوں کی اموی قبیلوں سے ہوتا ہے تو ان کے درمیان فوجی، سیاسی اور مقصدی اتحاد کی جو وسیع تر صورت پیدا ہو جاتی ہے اسے اموی عہدیہ Metronymic confederation کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے مختلف قبیلوں کے

سرداران اعظم سے اس عہدیہ کی جماعت عاملہ ترکیب پاتی ہے یا اس عہدیہ میں چھوٹے چھوٹے سرداروں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے اس عہدیہ کے بھی ایک یا کئی منتخب شدہ سردار اعظم ہو سکتے ہیں۔

عہدیہ کی جماعت عاملہ میں یا زیادہ عام طور پر عہدیہ کے اندر ایک مقتدر حکمراں بھی پیدا ہو جاتا ہے اور سیاسی روایات صحیح معنی میں ترقی کرنے لگتی ہیں اسکی صورت حسب ذیل ہوتی ہے :۔

عہدیہ کے دو مقصد ہوتے ہیں اس کا پہلا مقصد تو بلاشبہ یہ ہوتا ہے کہ قومی مدافعت یا اقدام کے لئے ایک وسیع تنظیم کو پیدا کیا جائے۔ لیکن اس کا ایک مقصد اور بھی ہوتا ہے جس کی اہمیت اس پہلے مقصد سے کسی طرح کم نہیں ہوتی جب یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ جن قبیلوں کا تعلق ایک ہی نسلی رشتہ سے ہے ان کی باہمی دشمنی سے قبیلوں کی مجموعی طاقت ضائع ہو رہی ہے تو یہ سوچا جاتا ہے کہ کوئی طریقہ ایسا نکالنا چاہیئے جس سے ان کی باہمی دشمنی ختم ہو جائے اس سے پہلے کے زمانہ میں بھی اسی قسم کی ضرورت کو محسوس کیا گیا تھا جب انفرادی انتقام کی وجہ سے جرگہ گروہ اور قبیلہ میں کمزوری پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ اُس وقت اس کا تدارک جرگہ میں عدالتی پنچایتوں کو رواج دے کر کیا گیا تھا۔ چنانچہ قبیلوں کے باہمی تعلقات میں انصاف اور رواداری پیدا کرنے کے لیے بھی انہی عدالتی ذرائع کو استعمال کرنا شروع کر دیا جاتا ہے۔ جب عدالتی خدمات کی توسیع کے کام کو معاشرتی اور قومی یکجہتی کے کاموں کے ساتھ ساتھ شروع کیا جاتا ہے تو اس سے سیاسی کاروبار کی ابتدا ہو جاتی ہے کیونکہ سیاسی کاروبار کی تعریف

میں عدالتی اور فوجی دونوں کام شامل ہوتے ہیں۔ داخلی طور پر مقتدر حکمراں قاعدہ اور قانون کی پابندی کراتا ہے اور خارجی طور پر اقدام اور مدافعت کرتا ہے۔ سول اور فوجی معاملات پر اقتدار حاصل کرنا، رسمی قانون کو اثباتی قانون سے بدلنا یا شعور معاشری عقل وفہم کے ذریعہ قانون کے حدود اور ان کے نفاذ میں توسیع کرنا۔ یہ ہی وہ چیزیں ہیں جن سے مقتدر حکمراں کو پہچانا جا سکتا ہے

غرضکہ مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح اموی خاندان ترقی کرتے کرتے اموی قوم یا عہدیہ تک پہنچ جاتا ہے اور کس طرح سیاسی زندگی اور مقتدر حکمراں کی ابتدا ہو جاتی ہے

اموی نظام کے ارتقا کے مطالعہ کو ختم کرنے کے بعد اب آیئے ابوی نظام کے ارتقا کا مطالعہ شروع کریں۔ جن منازل کا مطالعہ ہم نے اموی نظام کے ماتحت کیا ہے اسی قسم کی منازل کا مطالعہ ابوی نظام میں بھی کیا جا سکتا ہے۔

ابوی نظام کا ارتقا معاشری ارتقا کی ہر منزل میں اموی نظام ابوی نظام میں منتقل ہو سکتا ہے۔ یہ تبدیلی جرگہ کی اس ابتدائی حالت میں بھی ہو سکتی ہے جب اس کی حیثیت ایک گروہ سے زیادہ نہیں ہوتی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس وقت تک مکمل نہ ہو جب تک کہ اموی قوم کی تنظیم عہدیہ کی شکل میں واقع نہ ہو جائے۔

لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس تبدیلی کی طرف سب سے پہلا قدم اس وقت اٹھایا

جاتا ہے جب بیویوں سے شادی انھیں گرفتار کرکے کی جانے لگتی ہے جب تک شوہر بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ بنا شادی کی صورت میں رہتے ہیں بچوں پر ماں کے جرگے کے لوگوں کا اثر اور قبضہ باقی رہتا ہے ماں کے نام پر ہی ان کا نام رکھا جاتا ہے لیکن ایک گرفتار کی ہوئی بیوی کے بچوں کا نام جب تک مرد بیوی اور بچوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے قدرتی طور پر باپ کے رشتہ داروں کے نام پر رکھا جاتا ہے گرفتاری کی شادی اور ابوی نظام میں جو براہ راست تعلق ہے اسے سب مصنفوں نے تسلیم کیا ہے۔ پروفیسر ٹائیلر Tylor نے ایسی جماعتوں کا بھی ذکر کیا ہے جن میں بیوی کی گرفتاری کے زیر اثر اموی نظام سے ابوی نظام کی طرف تبدیلی واقع ہو رہی تھی ہابر آرچی پالاگو کے بعض ملائی قبیلوں میں شادی کے بعد مرد عورتوں کے ساتھ روانہ کر دئے جاتے ہیں اور عورتوں کے گھروں پر جا کر رہتے ہیں بچوں پر بیوی کے خاندان والوں قبضہ رہتا ہے۔ ایک مرد سات شادیاں کرسکتا ہے لیکن اس کی سب بیویاں اپنے رشتہ داروں کے گھروں پر رہتی ہیں لیکن بعض وقت ڈاکہ ڈال کر بیویوں پر قبضہ کیا جاتا ہے اور انھیں شوہر کے جرگہ میں پکڑ کر لایا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بچے اپنے باپ کی اطاعت کرتے ہیں اور باپ کے نام پر ان کا نام رکھا جاتا ہے۔ عرب میں بھی اسی قسم کے حالات پائے جاتے تھے جن کا ذکر رابرٹسن اسمتھ نے کیا ہے[1]

Kinship and Marriage in Arabia p 74,75 [1]

ریگستان کے قبیلوں کی شادیاں ابتدا میں بنیا یا متعہ کے طریق پر کی جاتی تھیں۔ متعہ کی شادی ایک عارضی تعلق کا نام ہوا کرتا تھا جس میں عورت اپنے گھر پر جب تک چاہتی تھی اپنے شوہر کو مہمان رکھتی تھی اور پھر اس سے جدا ہو جاتی تھی اور کسی دوسرے مرد سے اسی طرح کی شادی کر لیتی تھی۔ اس کے رشتہ دار اس بات کو جائز سمجھتے تھے اور اس کی وجہ سے کسی کی عزت آبرو میں کوئی فرق پیدا نہ ہوتا تھا لیکن بنیا اور متعہ کی طرز کی شادیوں کی جگہ آہستہ آہستہ بعل کی شادیوں نے لینا شروع کر دی۔ شادی کے اس طریقہ میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے شوہر عورت کا آقا اور مالک بن جاتا تھا۔ بعل طرز کی شادیوں کی ابتدا عورت کی گرفتاری سے ہوئی۔ اسمتھ کا قول ہے کہ اس بات کے لئے کافی شہادت موجود ہے کہ عرب گرفتار کر کے شادیاں کیا کرتے تھے اور اس قسم کی شادی اس شادی سے جس کی یادگار اب متعہ کی شکل میں باقی ہے اور جس میں رشتہ لازمی طور پر عورت کی طرف سے چلتا ہے بالکل مختلف ہوتی تھی۔ متعہ کی صورت میں تو عورت جب چاہے شوہر کو اختیار اور ترک کر سکتی ہے لیکن بعل کی صورت میں عورت کو علیحدہ کرنے اور طلاق دینے کا حق صرف مرد کو حاصل ہوتا ہے۔ متعہ کی صورت میں عورت مرد کو اپنے خیمہ میں اپنے رشتہ داروں کے درمیان رکھتی ہے بچے ماں کے رشتہ داروں کی حفاظت میں تربیت پاتے ہیں اور اس کے نسلی رشتہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن بعل کی

صورت میں وہ باپ کے پاس رہتے ہیں اور ان کا تعلق باپ کی نسل سے ہوتا ہے
لیکن گرفتاری کے علاوہ اور دوسرے طریقوں سے بھی شوہر اور بیوی کو بیوی کے
رشتہ داروں سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے اور اس سے نتائج اسی قسم کے پیدا ہو سکتے ہیں میجر
پاول نے امریکہ کے انڈینس کی چند حقیقی مثالیں درج کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ "واقعات
کے جمع کرنے کے جو مواقع مجھے ملے ہیں ان سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان لوگوں میں شکار
اور دوسرے کاموں کے لئے جرگے کے تمام مرد اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر سفر کرتے
ہیں ان حالات میں گھر کی نگرانی لازمی طور پر شوہر اور باپ کے ہاتھ میں آجاتی ہے چنانچہ
پیوبلو Pueblo انڈینس میں ایک اسی قسم کی صورت کے پیدا ہونے کا مشاہدہ کیا
گیا ہے۔ یہ لوگ امومی نظام کے پیرو ہیں اور ان میں نسل کا سلسلہ ماں کی طرف سے چلتا
ہے لیکن اپنے ریگستانی علاقوں میں آبپاشی کے پانی کی قلت کی وجہ سے ان جرگوں کو
زمین کی کھدائی کے سلسلہ میں اپنے مرکزی پیوبلو سے بہت دور ہو جانا پڑتا ہے نتیجہ یہ
ہوتا ہے کہ خاندان کی نگرانی اور بچوں کی تربیت عارضی طور پر ماں کے رشتہ داروں کے
ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور جب اپنے نئے گھروں میں یہ لوگ مویشی بھی پالنا شروع کر دیتے
ہیں تو پھر مستقل طور پر ان میں رہنا شروع کر دیتے ہیں۔
لیکن نسب کے سلسلہ کو باپ سے ملانے کے لئے نہ تو یہ ضروری ہے کہ عورتوں کو گرفتار
کر کے ان کے ساتھ شادی کی جائے نہ یہ کہ عورت اور اس کا شوہر عورت کے رشتہ دار وں

سے دور زندگی بسر کرتے تھے کیونکہ اس کے لئے صرف یہی ضروری نہیں ہے کہ خاوند کا عورت اور بچوں پر ایک وقت خاص میں قبضہ ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ قبضہ ایک عرصہ تک جاری رکھا جائے اور بیوی اور بچوں کے اس قبضہ کو مفید بھی سمجھا جائے۔ اگر گروہ کے لوگ اتنے عقلمند ہیں کہ عاقبت اندیشی سے کام لینا جانتے ہیں اور لڑکوں کی تربیت میں یہ فائدہ دیکھ سکتے ہیں کہ ان سے لڑنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا تو یہ محرک بہت جلد ہی پیدا ہو سکتا ہے اور جب قبائلی تنظیم کے زمانہ میں جنگ زیادہ منظم شکل اختیار کر لیتی ہے اور کھیتوں کی جتائی کے کام کے لئے عورتوں کی محنت کو مفید سمجھا جانے لگتا ہے تو گرفتار کی ہوئی عورتوں اور ان کے بچوں کو رکھنے کے لئے جماعت کی طرف سے شوہر پر اس وقت بھی زور ڈالا جا سکتا ہے جب وہ ان سے اکتا کر انھیں نکالنے کی فکر میں ہوتا ہے لیکن اولاد پر قبضہ کرنے کی خواہش اپنی انتہائی شکل میں اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ذرائع معاش کی ایسی شکلیں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں اولاد کی محنت سے فائدہ اٹھانا ممکن ہو جاتا ہے۔ موافق حالات میں جب مرد یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی معاشی محنت عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہوگئی ہے تو تندرست مددگاروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد پر قبضہ ہونا شروع کر دیتے ہیں اگر شکار کے حاصل کرنے میں دقت اور دشواری کا بہت سامنا کرنا پڑتا ہے تو یہ چیز شکاری عہد میں ہی پیدا ہو سکتی ہے ورنہ دنیا کے زیادہ تر حصوں میں یہ چیز جانوروں کو پالتو بنانے کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ شکار کے مقابلہ میں چونکہ جانوروں

کو پالتو بنانے سے غذا کے حاصل کرنے میں غیر معمولی سہولت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے گلہ بانی کے رواج کے شروع ہو جانے کے بعد حوصلہ مند مردوں میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے گلوں، گلہ بانوں کی تعداد کو جس قدر بڑھا سکتے ہیں بڑھائیں اور اپنی جائداد کو اپنی اولاد کو منتقل کریں۔

پھر جب عورتوں اور بچوں کی قدر بڑھ جاتی ہے اور جنگ سے توجہ ہٹ کر معاشی محنت کی طرف لگ جاتی ہے تو گرفتار کرکے شادی کرنے کی جگہ لوگ خرید کر شادی کرنا شروع کر دیتے ہیں اور خریدی ہوئی بیوی پر شوہر کا اقتدار گرفتار کی ہوئی بیوی سے بھی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ خریدی ہوئی بیوی پر اسے جو حق حاصل ہوتا ہے اس سے بیوی کے رشتہ دار بھی انکار نہیں کر سکتے۔

شوہر کے اقتدار میں مذہب کی وجہ سے بھی اضافہ ہو جاتا ہے ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ابتدائی قبیلوں کے ٹوٹمی عقاید کی بنا پر باپ سے نسب کا سلسلہ چلانے میں دقت ہوتی ہے۔ بچوں کا تعلق پیدائشی طور پر ماں کے ٹوٹم سے ہوتا ہے لیکن جب بیوی کو گرفتار یا خریدا جاتا ہے تو اسے شوہر کے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے اب اگر ماں اور باپ کے ٹوٹم میں دشمنی ہوئی تو ماں کے لئے اپنے بچوں کے نسب کا سلسلہ اپنے ٹوٹم سے چلانا خطرہ سے خالی نہیں رہتا کیونکہ باپ کے ٹوٹم والے انھیں اپنا دشمن سمجھ کر قتل کر سکتے ہیں۔ اس دشواری کو اس طرح رفع کیا گیا کہ گرفتار کی ہوئی یا خریدی ہوئی بیوی کو شوہر کے

قبیلے کے لوگوں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے اب اگر ماں اور باپ کے ٹوٹم میں دشمنی ہو لی تو ماں کے لئے اپنے بچوں کے نسب کا سلسلہ اپنے ٹوٹم سے چلانا خطرہ سے خالی نہیں رہتا کیونکہ باپ کے ٹوٹم والے انھیں اپنا دشمن سمجھ کر قتل کر سکتے ہیں۔ اس دشواری کو اس طرح رفع کیا گیا کہ گرفتار کی ہوئی یا خریدی ہوئی بیوی کو شوہر کے ٹوٹم میں شامل کیا جانے لگا۔ اور اس طرح بچوں کا تعلق بہ اعتبار سے باپ کے ٹوٹم سے ہونے لگا۔

آخر میں گلہ بان کے خاندان کی زندگی میں چونکہ آوارہ گردی یا دور عزلت گزینی پائی جاتی ہے اس لئے طویل عرصہ تک شوہر کے چھوٹے سے خاندان کو نہ صرف بیوی کے بلکہ خود اپنے رشتہ داروں سے بھی الگ رہنا پڑتا تھا اور اس علیٰحدگی کے زمانہ میں خاوند ان پر اس کا اقتدار خوب قائم ہو جاتا تھا۔

پھر باپ کے اقتدار کے پیدا ہو جانے سے مذہب پر بھی اثر پڑتا ہے پر اسرار قوتیں رکھنے والے جانوروں اور پودوں اور گذرے ہوئے انسانوں کی روحوں کی پوجا تو پہلے سے ہی کی جایا کرتی تھی اور ان میں سے بعض کے بارے میں یہ خیال پیدا ہو جایا کرتا تھا کہ ان کے ساتھ خوش قسمتی خاص طور پر وابستہ ہے اور ان کو پورے قبیلہ کا دیوتا بنا لیا جاتا تھا اس کے علاوہ جرگوں کے لوگوں کے درمیان یہ اعتقاد بھی ہمیشہ سے رہا ہے کہ ان کے ٹوٹمی دیوتا اُن کے مورث اول بھی ہیں۔ اس لئے جب نسب کا سلسلہ باپ سے چلنا شروع ہوتا ہے تو مذہب کے نظام میں تبدیلی لازمی

ہو جاتی ہے اب اقتدار اور قوت کا نمونہ خاندان کے سردار زندہ سمجھا جانے لگتا ہے چونکہ زندگی میں اسے ایسا سمجھا جاتا ہے اس لئے مرنے کے بعد بھی اس کو ایسا سمجھنا جاری رکھا جاتا ہے۔ قدرتی اشیاء کی اور قوتوں اور روحوں کی پرستش تو اس کے بعد بھی جاری رہتی ہے لیکن خاندان کے گذرے ہوئے بانی کی روح کے ساتھ عقیدت ان سب سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس تیرہ و تار دنیا میں لوگ اپنے آباؤ اجداد کی روحوں کو ہی اپنا محافظ سمجھنے لگتے ہیں اس لئے اپنی خاص عبادت کا مستحق بھی ان ہی کو سمجھتے ہیں ہر چند دوسری چیزوں کی پرستش بھی جاری رہتی ہے لیکن خاندانی بزرگوں کی پرستش کو ان سب پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے چین اور جاپان میں اسلاف کی پرستش گھریلو مذہب کا ایک لازمی جزو ہوتی ہے۔ عرب کے بہت سے قبیلوں میں بھی اس کا رواج پایا جاتا ہے۔ تاریخ میں سامی نسل کے تمام لوگ قبائلی تنظیم کے زمانہ میں اسلاف پرست ہوا کرتے تھے۔ آریہ بھی جب وہ بحر روم کے ساحل پر پہلے پہل نمودار ہوئے اسلاف پرست تھے۔

<u>ابوی خاندان</u> اسلاف پرستی کا اثر خاندانی زندگی اور جرگہ اور قبیلہ کی تنظیم پر بھی پڑتا ہے۔ جس خاندان میں جانوروں کے گلے زیادہ ہوتے ہیں اور اپنی جائداد کا شعور روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور اپنے آبائی مذہب پر اعتقاد پختہ ہوتا ہے وہ ایک ملکیت پرست مذہبی خاندان بن جاتا ہے۔ شادی کے وقت کئی انتظامی مصلحتیں نظر

کے سامنے رہتی ہیں مثلاً جائداد کو منتقل کرنے کی مصلحت اولاد کو کچاری کا عہدہ دلانے کی مصلحت اور خاندان کی ہئیت اور تسلسل کو قائم رکھنے کی مصلحت وغیرہ، باپ کے مرنے کے بعد صرف بیٹا ہی مراسم موت کو مناسب طور پر پورا کرسکتا ہے اس لئے اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اپنی زندگی کی مصیبتوں کے خاتمہ پر روحانی دنیا میں سکون کے ساتھ زندگی بسر کرے تو اسے اپنی جائز اولاد کی طرف سے اطمینان کرلینا چاہیئے۔ چنانچہ زناجسے اموی خاندان میں نظر انداز کیا جاتا تھا اب نہ صرف شوہر کے خلاف جرم بن جاتا ہے بلکہ تمام زندہ اور مرے ہوئے افراد خاندان، معاشری نظم و انتظام اور خدا کے خلاف جرم اور گناہ سمجھا جانے لگتا ہے۔ بانجھ پن جسے ایک فاقہ زدہ چند شوہری گروہ میں ایک نعمت سمجھا جاتا تھا اب سخت ترین بدنصیبی سمجھا جانے لگتا ہے کیونکہ اس سے نہ صرف خاندان ختم ہوجاتا ہے بلکہ ضروری مذہبی مراسم بھی پورے نہیں ہوپاتے۔ اسی طرح بیٹے کی ناخلفی اور نابنجاری بھی تمام خاندان کے مفاد کے لئے مہلک ثابت ہوسکتی ہے۔

ان تمام وجوہ کی بنا پر باپ کا اقتدار اور خاندان کی یک جہتی مستحکم بنیاد پر قائم ہوجاتی ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باپ کو بچوں اور بیوی کی زندگی اور موت تک پر پورا اختیار حاصل ہوجاتا ہے وہ جب چاہے بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اور اگر بیوی بیٹے نہ پیدا کرسکے تو دوسری شادی کرسکتا ہے والدین ہی کو بچوں کی شادی بیاہ کا بھی پورا اختیار مل جاتا ہے۔

ابوی جرگہ اور ابوی قبیلہ خاندان کی ان تبدیلیوں کی وجہ سے جرگہ میں بھی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں قانونی اور عدالتی روایتیں ابوی ہو جاتی ہیں اور اسلاف پرستی میں باپ کے رشتہ کے بزرگوں پر زور دیا جانے لگتا ہے اسلاف پرستی اور نسل کا سلسلہ باپ سے چلنے کی وجہ سے جرگہ اور قبیلہ کی سرداری بھی بعض خاندانوں میں باپ سے بیٹے کو منتقل ہونے لگتی ہے کیونکہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی باپ کی روح اپنے بیٹے کی حفاظت کرتی رہتی ہے

یہ تمام تبدیلیاں جماعت میں یکجہتی پیدا کرنے کے لئے بہت موزوں ہوتی ہیں چونکہ اب بیوی کو ہمیشہ شوہر کے مکان پر ہی رہنا پڑتا ہے اور نسل کا سلسلہ باپ سے چلتا ہے اس لئے جرگہ کے مفہوم میں اور گروہ یا گاؤں کے مفہوم میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اب ایک گاؤں کے سب آدمیوں کا تعلق ایک ہی جرگہ سے ہونا ممکن ہو جاتا ہے اور جرگہ کے سب لوگوں کے لئے ایک ہی گاؤں میں مل کر رہنا بھی ممکن ہو جاتا ہے موروثی سرداری سے اقتدار میں اضافہ ہوتا ہے اور اسلاف پرستی کا مذہبی نظام نہ صرف زندہ لوگوں کو بلکہ مرے ہوئے لوگوں کو بھی روایات اور مراسم کی ایک مسلسل زنجیر میں منسلک رکھتا ہے ۔

جاگیردارانہ نظام ابوی قبیلہ کی تنظیم میں سرداری کے موروثی ہو جانے کے بعد اور بھی کئی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ ذاتی وفاداری کا تعلق اہمیت اختیار کر لیتا ہے اور رشتہ داری کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ ایک وقت خاص میں اگر اس چیز کو مشاہدہ کرنے

کی کوشش کی جائے تو اس تبدیلی کا محسوس کرنا ممکن نہ ہوگا لیکن اگر طویل مدت کو پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قبیلہ کے نظام میں جاگیردارانہ نظام کے عناصر پیدا ہو گئے ہیں اگرچہ ان کی شکل پھر بھی بہت ابتدائی اور غیر مہذب قسم کی نظر آئے گی۔

اس کے بعد سے تقریباً ہمیشہ نتیجہ یا سبب کے طور پر عہدہ و یا اعزاز کے عطا کرنے کے موقع پر دولت مندی کا لحاظ ضرور رکھا جانے لگتا ہے یہاں تک کہ جب منتخب کرنے کا حق رشتہ داروں یا سیاسی حیثیت سے مساوی لوگوں کو ملا ہوا ہوتا ہے اس وقت بھی دولت مندی کا لحاظ ضرور رکھا جاتا ہے۔ کامیاب سردار کو اس کے پیرو مال غنیمت کا ایک بہت بڑا حصہ حوالہ کرنے لگتے ہیں جو دولت اسے اس طرح ملتی ہے اس کے ذریعہ وہ اپنی ذات کے ساتھ ایسے پیروؤں کو وابستہ کر لیتا ہے جو اس کے حوصلوں کو پورا کرنے میں بڑی وفاداری دکھلاتے ہیں۔

جب تک دولت اوزاروں، اور ہتھیاروں، شکار، کھالوں، غلہ کے چھوٹے ذخیرہ ٹوکریوں، اور تسبیح کے دانوں تک محدود رہتی ہے، اور جب تک رشتہ داریاں موجود رہتی ہیں ایک سردار کی دولت چاہے وہ نسبتاً کثیر ہی کیوں نہ ہو زبردست طاقت کا موجب نہیں بن سکتی۔ لیکن جب ایک قبیلہ کے پاس مویشی کی دولت اکٹھا ہونے لگتی ہے اور مردوں کی طاقت ابوی رشتہ داری اور اسلاف پرستی کی بنا پر مستحکم ہونا شروع کر دیتی ہے تو صورت بالکل بدل جاتی ہے وہ خاندان جن کے نسب کا سلسلہ

ممتاز سرداروں سے ملتا ہے انھیں شریف اور معزز سمجھا جانے لگتا ہے اور معاشرت میں درجوں اور طبقوں کی تقسیم نمایاں ہونے لگتی ہے۔ سردار کو اپنے باپ کے مویشی کے گلے ترکہ میں ملتے ہیں ہر تہوار یا تقریب کے موقع پر قبیلہ کی طرف سے مویشی کا تحفہ ملتا ہے۔ وہ گائے بیلوں کی شکل میں جرمانہ وصول کرتا اور جائیدادوں کو ضبط کرتا ہے جب کبھی موقع ملتا ہے وہ پڑوس کے قبیلوں پر مویشی کو چرانے کے لئے حملہ کرتا رہتا ہے اپنے قبیلہ کے لوگوں کی طرف سے جو مراعات اسے ملی ہوئی ہوتی ہیں ان میں قبائلی مملکت کی سرحد پر اپنے مویشیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے چرانے کا حق بھی شامل ہوتا ہے۔ جب اس عہد بربریت کے معیار سے اس کی دولت کا اندازہ کیا جاتا ہے تو اس کی مقدار خاصی کثیر معلوم ہوتی ہے اور قبیلہ کے ایک معمولی شخص کی دولت اور اس کی ذاتی جائداد میں فرق روز بروز بہت بڑھتا جاتا ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنی مہربانیوں اور عنایتوں سے نوازتا اور انھیں دولت مند کر دیتا ہے اور اس بنا پر اس کے گرد ذاتی خدام کا ایک لشکر اکٹھا ہونے لگتا ہے افریقہ کے کافروں میں بالکل اسی طرح کے حالات کو ابھی حال کے زمانہ تک دیکھا جا سکتا تھا کافروں کے سردار کے خدام مویشی کے معاوضہ میں خدمت کرتے تھے اس کے خدام یا دربار کے لوگوں میں قبیلہ کے ہر حصہ کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ نوجوان چالاک یا بہادر لوگ کچھ عرصہ کے لئے خدمت کرنے کے واسطے اس لئے اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے تاکہ انھیں مویشی مل سکیں اور وہ ان کے ذریعہ بیویاں، ہتھیاروں یا اور

دوسری اپنی پسند کی چیزوں کو حاصل کر سکیں۔

چنانچہ جس وقت سے دولت معاشرت میں ایک اہم عنصر بن جاتی ہے اسی وقت سے قبیلہ کی آبادی میں طبقوں کی تفریق بھی شروع ہو جاتی ہے تاریخ میں جتنی اقوام کا ذکر موجود ہے غالباً ان سب کو اس قسم کے غیر مہذب جاگیردارانہ نظام کی منزل سے گذرنا پڑا ہے آڈیسی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہومر کے عہد کے یونانیوں میں دولت کی وجہ سے طبقات کی تفریق عام ہوگئی تھی۔ اسی طرح جرمنوں میں اس کی ابتدا کا مشاہدہ ٹیسی ٹس Tacitus نے کیا تھا سکین لوگ انگلستان کو فتح کرنے کے بعد زراعتی جاگیرداری کے اس ابتدائی منزل میں داخل ہو رہے تھے جس نے گلہ بانی کے جاگیردارانہ نظام کی بنیاد پر ایک زبردست طبقہ دار جاگیرداری نظام کی بنیاد رکھی تھی ۔

ابوی عہدیہ | مشترک خطرہ یا مشترک حوصلہ کے زیراثر ایک ہی نسل کے ابوی قبیلے ایک ہی جغرافیائی علاقہ میں متحد ہوکر اپنا ایک فوجی عہدیہ بنا لیتے ہیں اور اس عہدیہ میں اموی عہدیوں کے مقابلہ میں زیادہ یکجہتی، زیادہ طاقت اور زیادہ پائیداری پائی جاتی ہے۔ ابوی عہدیہ کی حیثیت ایک قوم جیسی ہوتی ہے جسے اگر ترقی کا موقع ملے تو ایک بڑی شہری ریاست بن سکتی ہے۔ مصر کے رہنے والوں، عبرانیوں، یونانیوں، رومیوں، سکسنوں، فرینکوں، جرمنوں اور سلاووں ان سب کی حیثیت ابتدا میں منظم قبائلی

قوموں جیسی تھی بعد میں ذاتی نشوونما اور خارجی آمیزش سے ترقی کرکے انھوں نے قومی ریاست کی شکل اختیار کرلی تھی ان کی ترقی میں جغرافیائی وحدت اور قدرتی دولت کو بہت اہمیت حاصل تھی جغرافیائی وحدت کی وجہ سے تو وسیع حلقہ میں پھیلی ہوئی آبادی کے لئے ایک ہی رشتہ میں منسلک ہونا ممکن ہوسکا اور علاقہ کی زرخیزی کی وجہ سے امنگ ایجاد اور سعی کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

جب ابوی قبیلے عہدیہ بناکر ایک نسلی قوم پیدا کرلیتے ہیں تو سیاسی اور فوجی حالات اور ابوی اصول اور اسلاف پرستی کی بناء پر عہدیہ کے سردار کو بہت بڑا اقتدار حاصل ہوجاتا ہے ایک ہی سردار کی ذات میں فوجی رہنمائی مذہبی رہنمائی اور عدالت کی سرداری کے تمام عہدے جمع ہوجاتے ہیں غرضکہ اس کے بعد سردار بادشاہ بن جاتا ہے۔

عہدیہ کے پیدا ہونے اور بادشاہ کے نمودار ہونے کے بعد نسلی ارتقا مکمل ہوجاتا ہے اور ایک نسلی قوم (Gentile Folk or Ethnos) وجود میں آجاتی ہے اس کے بعد ارتقا یا تو یہیں ختم ہوجاتا ہے یا اگر اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو نسلی رشتہ کی اہمیت زائل ہونے لگتی ہے اور اس کی جگہ سیاسی تعلقات نمایاں ہونے لگتے ہیں اور جماعت بندی سیاسی یا (Demogenic) ہوجاتی ہے۔